بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان تنصر اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

الحکم

قیمت سالانہ

چیف ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی
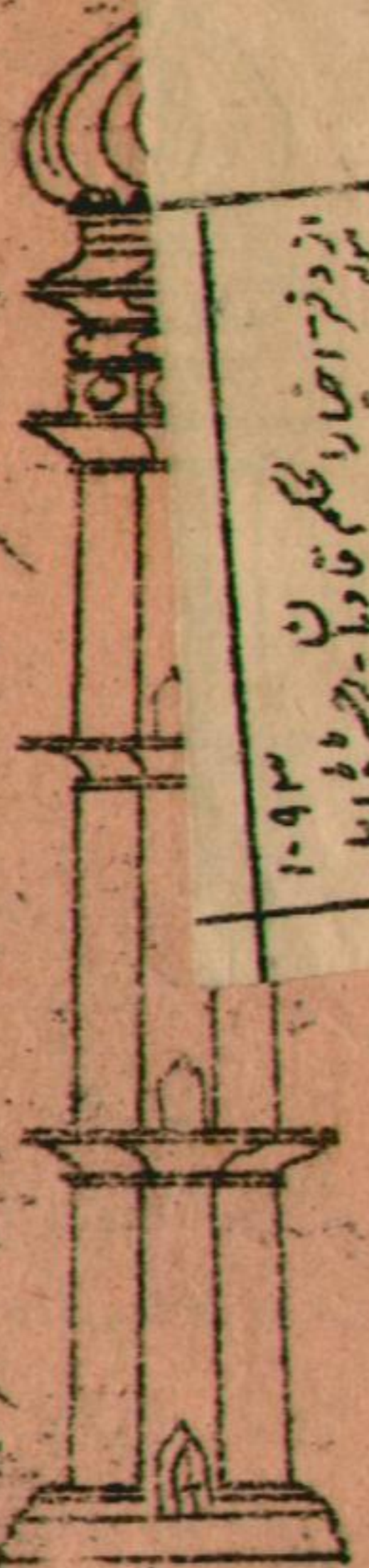
قیمت الاشتہار

ترسیل زر
بنام ایڈیٹر الحکم
ہونا چاہیے

نمبر (۲ و ۳) | قادیان دار الامن و الامان | مورخہ ۱۴/۲۱ جنوری سنہ ۲۰ء | جلد (۲۲)

کلماتِ طیباتِ امام الزمان علیہ السلام

روح کی لذت اسوقت ملتی ہے جب انسان پانی کی طرح گداز ہو کر بہنا شروع ہوتا ہے اور خوف خشیت سے بہ نکلتا ہے اس مقام پر وہ کلمہ بنتا ہے اور انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کا مفہوم اس میں کام کرنے لگتا ہے لوگوں نے کلمۃ اللہ کے لفظ پر جو مسیح کی نسبت آیا ہے سخت غلطی کھائی ہے۔ اور مسیح کی کوئی خصوصیت سمجھی ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ جب انسان نفسانی ظلمتوں اور گندگیوں اور تیرگیوں سے نکل آتا ہے اُس وقت وہ کلمۃ اللہ بنتا ہے۔ یاد رکھو

ہر انسان کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ اسکے اندر روح ہے جسکا نام قرآن شریف میں امر ربی رکھا گیا ہے لیکن انسان نادانی اور ناواقفی سے روح کی کچھ قدر نہ کرنیکے باعث اس کو انواع اقسام کی سلاسل اور زنجیروں میں مقید کر دیتا ہے اور اس کی روشنی اور صفائی کو خطرناک تاریکیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے اندھا اور سیاہ کر دیتا ہے اور اسے ایسا دھندلا بنا دیتا ہے کہ پتہ بھی نہیں نہیں لگتا۔ لیکن جب توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اپنی ناپاک اور تاریک زندگی کی چادر اتار دیتا ہے۔ یہاں تک کہ تقویٰ کے انتہائی درجہ پر پہنچ کر سارا میل کچیل اتر کر پھر وہ کلمۃ اللہ ہی رہ جاتا ہے۔ یہ ایک علم اور معرفت کا نکتہ ہے۔ ہر شخص اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

انسان کا کمال یہ ہے کہ اس میں حقیقی معرفت اور سچی فراست جو ایمانی فراست کہلاتی ہے جس کے ساتھ اللہ کا ایک نور ہوتا ہے جو اس کی ہر راہ میں رہنمائی کرتا ہے) پیدا ہو بدوں اس کے انسان دھوکہ سے نہیں بچ سکتا۔ اور رسم و عادت کے طور پر کبھی کبھی نہیں۔ مگر بسا اوقات سم قاتل بھی خوش ہوتا ہے۔ پنجاب اور ہندوستان کے سجادہ نشین اور گدیوں کے پیرزادے قوالوں کے گانے سے اور حق حق کے نعرے مارنے سے اور اُلٹے سیدھے لٹکنے میں اپنی معرفت اور کمال کا انتہا جانتے ہیں۔ اور ناواقف پیر پرست ان باتوں کو دیکھکر اپنی روح کی تسلی اور اطمینان ان لوگوں کے پاس تلاش کرتے ہیں۔ مگر غور سے دیکھو اگر یہ لوگ فریب نہیں دیتے تو اس میں شک نہیں کہ فریب خوردہ ضرور ہیں۔ کیونکہ وہ سچا رشتہ عبودیت اور الوہیت کے درمیان ہے جس کے حقیقی پیوند سے ایک نور اور ایک روشنی نکلتی ہے۔ وہ ایسی حالت پیدا ہوتی ہے۔ کہ

(انوار احمدیہ پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چیف ایڈیٹر اخبار ہذا پرنٹر و پبلشر و پراپرائٹر چھپکر شائع ہوا)

جس کا سفر خدا کے لیے ہے ؟ کتنے ہیں جو اس نیت کو لیکر سفر کرتے ہیں کہ دنیا کے کناروں تک تبلیغ کو پھیلائیں تم استطاعت نہیں رکھتے کمزور ہو - دنیاوی تعلقات مجبور کرتے ہیں گھر سے نہ نکلو - صحت اجازت نہیں دیتی - عمر کا تقاضا نہیں بچے چھوٹے ہیں ان کی پرورش کا بوجھ تمہاری گردن پر ہے - تم خدا کے لیے اپنے شہر کو دنیا سمجھ لو - شہر تو بڑی چیز ہے اپنے محلے کو دنیا سمجھ لو - اور اس کے اطراف میں کوشش کرو کہ مسیح موعود کی تبلیغ تمہاری اس دنیا تک پہنچے - اگر محلہ بھی تمہارے لیے ایک مشکل چیز ہے تو تم اپنے ہی گھر کو دنیا سمجھ لو -

دنیا میں اسوقت دہریت کی آگ لگ رہی ہے خدا کا انکار طرح طرح سے کیا جا رہا ہے - شرک کی تقسیم کے لیے آج ہزاروں قسمیں بنانی پڑتی ہیں - ہماری قومیں ویسے ہی توہمات میں مبتلا ہیں جیسے پہلے تھیں - جن گھروں میں اولاد نہیں ہوتی وہ جن جن ناجائز وسائل کو اختیار کرتے ہیں اُن کے بیان سے شرم آتی ہے -

مجھے پانی پت کے ایک مقدس بزرگ کا مزار یاد آیا جسمیں اسوقت میں نے دیکھا کہ بہت سے خواہشمندوں کے پرچے لٹک رہے ہیں - بہت سے حاجتمند وہاں گرمیں دیکر چلے گئے ہیں - ایک تعلیمیافتہ قوم میں نے دیکھا کہ اس نے ایک عمدہ کاغذ لکھکر لگایا ہوا تھا کہ اے اچھے بزرگ تیری برکت سے مجھے انسپکٹری مل جائے - پس قبروں سے اسی طرح منتیں مانگی جاتی ہیں - گمراہی مستور اندھیرا چھایا ہوا ہے - تم دیکھو رہے ہو کہ قومیں اس وقت گمراہی کی جلتی ہوئی آگ میں پڑ رہی ہیں - اگر ہماری انسانیت ان کو اس طرح سے جلتے دیکھکر جوش میں نہیں آتی - تو ہم ابھی انسانیت کے مقام پر بھی نہیں پہنچے - چہ جائیکہ ایک عارف کی آنکھ سے دیکھکر ہم اپنے کام کو شروع کریں -

ساری دنیا اس آگ میں جل رہی ہے - اور آگ بجھانے والے چند آدمی ہیں - اگر ذرا بھی تم نے اس میں کوتاہی کی تو اندیشہ ہے کہ ہمارا گھر بھی اس میں مبتلا نہ ہو جائے -

پس اپنی حفاظت کے لیے بھی - اور اس لیے بھی - کہ خدا کے کلام کو پورا کرنے کے لیے ہم کوشش کریں - کہ وہ مبارک انسان ہم ہی ہوں - جس سے یہ روحانیت چمکے - جس سے ہدایت کی بارش برسے - نور ہدایت دنیا میں پھیلے - اور امن قائم ہو جائے - اگر ہم نے کوتاہی کی تو یاد رکھو بہت سے پیدا ہوں گے جو کہ اس کام کو کرینگے مگر ہم نہ ہوں گے - اور اس نعمت سے محروم رہجائیں گے -

پس کوشش کرو کہ فاروقی خلافت میں ہم دور دور کے زمیں پر مسیح موعود کی تبلیغ کو پہنچا دیں ۰

مسجد احمدیہ لنڈن

(از رحمت اللہ خانصاحب احمد احمدی قادیانی)

اسلام کے سپاہی رب کا کہا کریں گے
اعدا جلا کرینگے - دشمن چھپا کریں گے

تیغ زبان ہماری ہر دم رہے گی جاری
اپنے قلم کے نیزے یونہی چلا کریں گے

ہم ہر طرف کرینگے تبلیغ دین بر حق
ہر سو بلند نعرہ توحید کا کریں گے

اپنے گھروں میں ہوں گے ہم محو درس قرآں
ہم اپنی مسجدوں میں یاد خدا کریں گے

یورپ میں دیکھ لینا تم عنقریب ہر جا
نام محمدی کے پرچم اُڑا کریں گے

محمود کی زباں کی ہر بات ہوگی پوری
ہم جان و مال اپنا قربان کیا کریں گے

مسجد کی ہے ضرورت اور اک مکان کی بھی
نام خدا پہ جنکی مومن بنا کریں گے

ہم خادمان احمد محمود کے سپاہی
لنڈن میں دین حق کا جھنڈا اُڑا کریں گے

فضل خدائے برتر ہے دستگیر اپنا
اپنے قدم ہمیشہ یونہی بڑھا کریں گے

نکلے دور دین حق سے یورپ بننے والے
وہ بنکر احمدی اب ہم میں رہا کریں گے

دین خدا کا ایواں یورپ میں ہوگا قائم
لنڈن میں ہم جو مسجد تیار جا کریں گے

پھر مومنان لنڈن اس میں نماز پڑھکر
توحید کبریا کا چرچا کیا کریں گے

فضل عمر کی ہے یہ تحریک اے عزیزو!
ہم اپنی جان تک بھی اس پر فدا کریں گے

اے قادیاں کی بستی تو ہے خدا کی پیاری
عاشق ترے یقیناً وعدے وفا کریں گے

للہ طلبا میں محروم رہ نہ جائیں
جاتے رہے جو یہ دن پھر آپ کیا کریں گے

یہ کام ہے خدا کا دینی معاملہ ہے
بڑھ بڑھ کے سارے مومن چندہ ادا کریں گے

وہ احمدیہ مسجد لنڈن میں ہوگی قائم
نعرہ بلند جس میں اللہ کا کریں گے

احمد کا ساتھ دینا اے میرے ہمنشینوں
اللہ دیگا طاقت اور ہم دعا کرینگے

ٹریننگ کلاس کے طلباء

ٹریننگ کلاس جسکی نسبت میں گزشتہ ہفتہ کے اخبار میں لکھ چکا ہوں کہ ۱۹ طلباء نے مسجد لنڈن کیلئے ضمن ہو سے زائد چندہ دیا حالانکہ ان طلباء میں سے بعض نہایت غریب اور مفلسی سے گزارہ کرنے والے ہیں - ان کی یہ ہمت قابل داد ہے - اللہ تعالیٰ ہی خود جزا دیگا -

میرے پاس فرداً فرداً بعض طلباء نے رادمد درخواست کے ذریعے سے بھی آکر یہ کہا کہ میں احباب کو توجہ دلاؤں کہ انکا امتحان بہت ہی قریب ہے جس میں ایک یا دو مہینے رہگئے ہیں - وہ احباب سے امتحان میں کامیاب ہونیکے لیے درخواست دعا کرتے ہیں -

سفرنامہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

گذشتہ سے پیوستہ

سیر مصر و دریائے نیل

کچھ دن بعد جب ہم نے شہر مصر میں کسی قدر ٹھکانا جمالیا۔ مجھے دریائے نیل دیکھنے کا شوق پیدا ہوا میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہوا تھا اسی کے ذکر خیر سے ہندوستان کی کسی مسجد میں ایک شریف انسان کو امام مسجد کے فتوے سے متعصب نمازیوں کے ہاتھوں جوتے پڑے تھے۔ امام نے خطبہ جمعہ میں چند آیات پڑھکر سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیرت بھری نگاہوں سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے نمازیوں کو مخاطب کیا۔ اور کہا کہ اللہ جل شانہ کی قدرت تو دیکھو کہ دریائے نیل (جبل القمر) چاند کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ وہیں سے آن بہتا ہے۔ ایک اس شریف انسان نے کہا چاند تو ہمارے سر پر سے ہوتا ہوا چکر لگاتا ہے۔ کبھی نہیں ہوا کہ ہمارے اس جگہ دریائے نیل کے چھینٹے پڑتے ہوں۔ اسپر اس نے آگ بگولا ہو کر جھٹ سے زندیق بے ایمان کا فتویٰ جڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ مارو اس شیطان رجیم کو مسجد سے نکالدو۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے اس پر نمازی ٹوٹ پڑے۔ اس شریف انسان کا لڑکا بھی ساتھ تھا۔ وہاں سے بھاگا۔ اور پادریوں کے آغوش میں پناہ گزیں ہو کر عیسائی ہوگیا۔ اور جب وہ بڑا ہوا تو اس نے کسی انگریزی کتابیں پڑھا کہ اسلامی متقدمین (گذشتہ) علماء کی رائے ہے کہ دریائے نیل ایک پہاڑ سے نکلتا ہے جسکا نام (جبل القمر) ہے یہ نہیں کہ وہ پہاڑ چاند میں ہے۔ اس سے اس کو معلوم ہوا کہ وہ مسجد والا قصہ قدرت خدائی صرف امام مسجد کی اپنی بیوقوفی اور جہالت کا نتیجہ تھا نہ کہ اسلامی تعلیم کا

ہم دریائے نیل کی طرف شہر قاہرہ میں سے ہوتے ہوئے جا رہے تھے۔ موجودہ نیا قاہرہ اس پرانے قاہرہ کا ایک حصہ ہے جس کی بنیاد جامع ازہر کی شکل میں جوہر نامی سپہ سالار فاطمیین نے ۳۵۹ھ میں ڈالی تھی وہ اسوقت سے آجتک دن دوگنی ترقی کر رہا ہے۔ بہت خوبصورت شہر ہے سڑکیں بہت وسیع اور پختہ و صاف مکانات عموماً بلند اور خوشنما منظر ہیں۔ ٹرامویے (بجلی کی گاڑی) شہر کے بیچ بیچ مختلف محلہ جات سے ہوتی ہوئی جاتی ہے ٹیکسی۔ گاڑیں۔ لاری آتی جاتی ہیں۔ موٹر کاریں ادھر سے اُدھر چلی جارہی ہیں۔ مجھے یوں خیال آتا تھا کہ گویا میں بمبئی کے شہر میں سے گزر رہا ہوں بازاروں میں لوگ بہت کثرت سے ہوتے ہیں انمیں سے اکثر قہوہ خانوں میں بیٹھے ہوئے حقہ یا قہوہ نوشی کرتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ آپس میں ٹولیاں جاکر شطرنج (فرد و گوزہ جوڑ دو جا) کھیلتے ہیں ہیں قہوہ خانے اندر سے دھوئیں سے بھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ قہوے خانوں کے دروازوں کے باہر سامنے بھی بے شمار ایسی مخلوق بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو دنیا میں سوائے قہوہ و حقہ نوشی شطرنج بازی اور کوئی کام کاج ہی نہیں۔

ان کے درمیان ہر قسم کے لوگ نظر آتے تھے تاہم لوگوں کا رنگ روپ سیاہ فام بدنما اور ان کا وضع قطع بھدا اور لباس بھونڈا تھا ان کے گلے سے ٹخنے تک ایک ہی لمبا سا ڈھیلا نیل رنگ موٹے کپڑے کا کرتا تھا۔ جو کہ گریبان سے کھلا تھا۔ پائجامہ وغیرہ نہیں تھا۔ بعض قسم کی ایک بیت چھوٹی سی پگڑیاں یا نمزوں ۔۔۔ میلی ٹوپیاں تھیں۔

ان میں سے بعض کے کرتے قطان یا ریشم کے تھے جنپر ایک لمبا سا گریبان کھلا لکیردار رنگ دار چوغے تھے۔ ان میں نوجوان تعلیم یافتہ کوٹ پتلون پہننے والے بھی تھے۔ اور "مہذب" گروہ کا پسندیدہ لباس بھی تھا۔ بازاروں کے اژدہام میں برقعہ پوش اور بے برقعہ عورتیں بھی کافی تعداد میں نظر آتی تھیں انکے برقعے بہت بیہودہ اور زمیل فیشن کے تھے برقعے کالی بیگوں رنگ تھے۔ یوں سمجھیے کہ وہ لمبی اور ڈھیلی قمیصیں جو کہ سینے سے نیچے کا حصہ گرارے کی طرح لٹکتیں اور کمر سے اوپر اوپر کھلتیں۔ ناک کی جڑ سے لیکر سینے تک ایک سیاہ چوڑی دھجیاں پردے کی طرح لٹکتی تھیں جس کو ناک کے اوپر ایک لمبی پیتل یا سونے کی نلکی سے مضبوط چمٹایا ہوا تھا۔ تا وہ گر نہ پڑے۔ اور پھر اوڑھنی کے باقی حصے کو اپنے اردگرد لپیٹا ہوا یا کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ بعض بیگمیں یورپین لباس میں بھی تھیں۔ جن میں سے اکثر نے ایک ریشم کا خوبصورت رومال نقاب کے بطور آنکھوں کے نیچے ناک دکان کے اوپر سے گزارتے ہوئے سر کی گدی کے اوپر لیجا کر دو فیتیوں سے باندھا ہوا تھا آنکھیں ننگی تھیں۔ اور سارا چہرہ رومال سے دکھائی دیتا تھا بلکہ وہ رومال انکی خوبصورتی کو بڑھاتا ہوا نظر آتا تھا۔

ہم بیسیوں ہی قہوہ خانوں کے سامنے اور اس قسم کی بھیڑ میں سے گزرتے ہوئے ایک بازار دوسرے بازار پہنچتے ہوئے آخر کے قریب جاکر ایک مضبوط خوبصورت پل کا رخ لیا۔ جس کے اوپر پیدل اور گاڑیوں کے آنے جانیکی علیحدہ گزرگاہیں تھیں۔ پل پر پہنچتے ہی میری آنکھوں کے سامنے خوشنما منظر سماگیا۔ نیچے بڑا وسیع خاموشی سے بہتا چلا جا رہا ہے۔ جو کہ بڑے بڑے محلوں کی بنیادوں کی دیواروں کو اپنی لپکتی ہوئی موجوں کے تھپیڑوں سے دھو رہا ہے۔ اس میں بڑی بڑی بادبانی کشتیاں بیسیوں کی تعداد میں آہستہ آہستہ چلی جارہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سفید بادل کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوا میں اڑتے

ہوئے چل رہے ہیں۔ میں نے اس قدر بڑی کشتیاں کبھی نہیں دیکھیں ان کے بادبانوں کی چوٹی قصر النیل کے بلند محلوں کے کنگروں کے برابر ہی دکھائی دیتی تھی۔ بڑے بڑے چھوٹے اگن بوٹ پانی کو چیرتے جا رہے تھے۔ پانی میں یہ دو قسم کی مختلف نقل و حرکت ایک عجیب تماشا دکھا رہی تھی۔ میں نے دریا کی سطح سے نظر اٹھا کر بائیں مشرقی طرف دیکھا تو ایک خوبصورت نشان نظر آیا جس کے شمال کی طرف دو بڑے بڑے ٹیلے نظر آئے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ گزیرہ (جزیرہ) ہے۔ یعنی وہ قطعہ زمین جو کہ دریائے نیل کی دو شاخوں کے درمیان واقع ہے چنانچہ بتلانے والے نے اشارہ کرکے بتلایا کہ اس کی دوسری طرف دریائے نیل کی دوسری شاخ ہے اور وہ دو ٹیلے۔ ٹیلے نہیں تھے، بلکہ مصر کے مشہور احرام تھے۔ جن کا میں ذکر آئندہ کروں گا۔

اس وقت مجھے وہ زمانہ یاد آیا کہ جب حضرت عمرو بن العاص مشہور اصحابی سپہ سالار نے مصر کو فتح کرنے کے لیے اس جزیرے کے آس پاس ڈیرے جمائے تھے۔ اور اس تاریخی عورت کی قربانی کا نقشہ بھی میرے سامنے جم گیا۔ جس کو قبطی لوگ دریائے نیل میں اسوقت ڈالا کرتے تھے۔ جب دریائے نیل کا آثار قحط سارے ملک کو قحط کی دھمکیاں دیا کرتا تھا اور حضرت عمر نے اس مشرکانہ عادت کو نہایت ہی حکمت کے ساتھ منسوخ کیا اور وہ اسطرح پر کہ مصر کے لوگ ہر سال ایک کنواری خوبصورت نوجوان لڑکی زیور وغیرہ سے آراستہ کرکے دریائے نیل میں ڈالا کرتے تھے اور اسکے بعد دریائے نیل میں طغیانی آجایا کرتی تھی جس سے مصری لوگوں کے کھیت سرسبز ہو جاتے تھے حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر نے اس قوم رسم کو روک دیا تب لوگ بہت گھبرائے انہوں نے اصل واقعہ حضرت عمر کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھا اس میں لکھا کہ اگر تو اپنے حکم سے بہتا ہے تو میں تجھے کہتا ہوں کہ تو مت بہہ اور اگر خدا کے حکم سے بہتا ہے تو خدا کے اختیار میں تجھ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ پس جب یہ رقعہ نیل میں ڈالا گیا تو طغیانی آگئی۔ اور ہمیشہ اپنے وقت پر طغیانی آجاتی ہے۔ اس طرح سے اس مذموم رسم کو مٹا دیا گیا۔

اسے واقعہ کا موجودہ مولویوں کے معلومات سے مقابلہ کرکے دیکھیے کہ زمین آسمان کا فرق ہے اسیر قدیم زمانے میں جبکہ خرافات اور اوہام نے انسان کے دل و دماغ پر حکمران تھے۔ قرآن مجید کی برکت و فیض سے اصحابہ کے دل و دماغ نور و عقل و فطرت سے پر ہوگئے تھے۔ لیکن اب یہ ہے کہ باوجود عالم کے عام طور پر ترقی کرنے کے ہمارے علماء کی جہالت ہے کہ وہ چاند سے دریائے نیل کو بہا رہے ہیں۔

ناظرین کو یاد رہے کہ یہ دریائے نیل صرف اصحابہ کرام کے زمانہ میں ہی دیوتا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ان سے ساڑھے پانچہزار برس پہلے جبکہ اہل مصر نے زینۂ ترقی میں ابھی قدم ہی رکھا تھا کہ یہ دریا پوجا جا رہا تھا۔ اہل مصر کے لیے ہر وقت یہ باعث زندگی سمجھا گیا ہے۔ مصر کے وسیع کھیتوں میں اگنے کی قابلیت ہرگز پیدا نہیں ہوتی۔ جبتک اس عظیم الشان دریا میں طغیانی نہ آئے اور وہ کھیتوں میں اپنے جھاگ نہ ڈالدے۔

اسی لیے پرانے زمانہ سے لیکر اتبک اس کے اتار و چڑھاؤ کے ماپنے کے لیے بڑے بڑے تالاب تیار کیے گئے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سال روان میں زراعت کی کیا حالت رہے گی چنانچہ میں نے بھی اس مذکور بالا روضہ جزیرہ میں اس قسم کا ایک مقیاس دیکھا ہے۔ فراعین مصر سے بہت پہلے جہاں ہم کھڑے ہوئے میلوں خوبصورت شہر اور باغات کا نظارہ کر رہے ہیں، وہاں بالکل پانی ہی پانی تھا۔ ارض مصر خشک نہ تھی، بلکہ ایک وسیع بہتا ہوا سمندر تھا۔ جو کہ آہستہ آہستہ خشک ہوتے ہوتے یہ ایک اونچ دار آباد قطعہ نمودار ہو گیا۔ جب مصریوں کے آباؤ اجداد اس جگہ پہنچے۔ اس وقت یہ دریا مختلف دلدلوں اور سرکنڈوں کے جنگلوں میں سے ہوتا ہوا ارض حبشہ میں سے غائب ہو جایا کرتا تھا۔ اور وہ لوگ آہستہ آہستہ جا آباد ہوگئے۔ اور انھوں نے ترقی کرکے ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈالی۔ مورخ کہتے ہیں کہ مصر ہی پہلی زمین ہے کہ جہاں انسان غیر مذکور نے تاریخ بشریت میں اپنا ذکر چھوڑا بعض محققین کی رائے ہے کہ تورات کی کتاب پیدائش میں جو یہ ذکر ہے کہ پہلے کچھ نہ تھا پانی تھا۔ الی آخر یہ زمین مصر کی ابتدائی تاریخ تکوین کا ہے۔ یہی وہ زمین ہے جو پانی سے آہستہ آہستہ نمودار ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کو اس کا علم مصر میں اسوقت ہوا تھا جبکہ وہ فرعون کے محلوں میں تعلیم و پرورش حاصل کرتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ تک مصر کے علماء کو پرانی روایات یاد تھیں جو بتلاتی تھیں کہ مصر کی ابتدا میں کیا حالت تھی چنانچہ حکمران خاندان مسمی مینائی کے حکمران اپنی تاریخ میں اس بات کو صاف طور پر ذکر کرتے ہیں۔

میں جوں ہی جوں نظر غور سے مشاہدہ کر رہا تھا توں توں میرے ذہن میں تاریخ قدیم کی صفحات گردانی خود بخود ہو رہی تھی۔ میں نے دریا کی سطح پر منڈلاتی ہوئی چیلوں کو دیکھا اور مجھے یاد آگیا کہ یہ ان چیلوں کی نسل ہے۔ جن کو اہل مصر شروع شروع میں دیوتا سمجھ کر پرستش کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی اس دریا کے اندر رہنے والے مچھلیوں مگرمچھوں وغیرہ کی بھی پوجا کیا کرتے تھے۔ وہ اس زمانہ میں دینی ارتقاء کے لحاظ سے حیوان پرستش کا زمانہ تھا اور یہ بات مورخین کے نزدیک مسلم ہے۔

نوح علیہ السلام کا زمانہ بھی حیوان پرستی کا زمانہ تھا جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ وقالوا لا تذرن آلہتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا

ولا یغوث ویعوق ونسرا

اس قدس کی بنا پر اور تاریخ کے اور بائبل کے مطالعہ میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نوح علیہ السلام کا زمانہ مصر کے زمانہ تاریخ سے پہلے تھا۔ اگرچہ میرے پاس اسکے ثابت کرنے موجودہ تاریخی معیار کی رو سے کوئی اور شہادت نہیں۔

دریائے نیل سب سے بڑا دریا ہے تو اسکی تاریخ بھی سب سے بڑھکر ہے۔

باقی پھر کبھی انشاء اللہ تعالیٰ

مراسلات

انجمن احباب

حضرت نانا جان کی طرف سے ایک تحریک درج اخبار ہونیکے لیے آئی

انجمن احباب کے داخل ہونیوالوں کیلیے اطلاع

یہ انجمن اس غرض کے لیے قائم ہوئی ہے کہ ضعفائے وغیرہائے قادیان کو حتی الوسع فائدہ پہنچایا جائے اور آپس میں محبت بڑھے۔ جو اس انجمن میں داخل ہوں۔ وہ انجمن کے احباب کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہیں۔ جس کا فائدہ احباب کو ہوگا۔ حضرت مسیح موعود کا ایک اشتہار ہے کہ آپس میں محبت کرو اور یہ اللہ تعالے کا حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آپس میں محبت کرو لیکن چونکہ کفار سے محبت کرنے کا حکم نہیں۔ اسلیے مسلمان فقط قابل محبت و دوستی رہ گئے۔ وہ بھی حضرت مرزا صاحب کے مخالف ہوکر محبت کے لائق نہیں رہتے۔ اب فقط احمدی رہ گئے۔ مگر قدرت الٰہی وہ بھی سب ایک بار اور نیک۔ بعض نازک تارک ہیں۔ بعض اور کئی بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا ان کو چھوڑ کر قادیان میں ایک دوستوں کی جماعت بنائی ہے کہ آپس میں محبت کریں اور ایک دوسرے کے لیے دعائیں کریں۔ اور مصیبت کے وقت کام آئیں۔ چونکہ ہر ایک کام کے لیے آج کل روپیہ کی ضرورت ہے لہٰذا کم از کم ایک روپیہ داخلہ ہر ایک شخص ادا کرے۔ اور تھوڑا چندہ ماہواری دے۔ جو غریبوں کے واسطے ۲ روپیہ سے شروع ہوتا ہے اور آسودہ لوگوں کے واسطے ۴ روپیہ سے شروع ہوتا ہے زیادہ کا اختیار ہے۔ چنانچہ ایک شخص ایک روپیہ ماہوار ادا کرتے ہیں ایک شرط یہ بھی ہے کہ کبائر کا مرتکب نہ ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرے۔ بہت بڑا امیر نہ ہو۔ اخبار کا ایڈیٹر نہ ہو۔ بہت مشکل اور نہایت درجہ کا مفلس نہ ہو۔ امیروں کو تو اسلیے داخل نہیں کیا کہ کم و بیش مغرور ہوتے ہیں۔ اور اپنی بات کو منوانا چاہتے ہیں۔ غریبوں سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے ایڈیٹر کم و بیش تقریر و تحریر تکلف سے کام لیتے ہیں۔ اور بعض خود ستا بھی ہوتے ہیں دوسروں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ اسباب ہیں جسکا اظہار کرنا ضروری نہیں۔ بعض صورتوں میں مستثنیٰ بھی ہو سکتا ہے۔ قادیان کے افسر بھی بغیر ان کی اجازت کے شامل نہیں کیے جاوینگے۔ اس انجمن کی ابتدا نہیں ہاں ہر بھی ہے اور ہوتی جا رہی گی۔ شیخ محمود صاحب کو داخل کیا جاتا ہے پس امید ہے کہ شیخ صاحب مہربانی سے اس تحریر کو اخبار میں درج فرما کر مشکور کرینگے ۔ ۱۲ جنوری ۱۹۱۶ء

مطاع کا معنی

غیر مبائعین کو دکھ تو خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ سے ہے اور انکی مثال پنجابی کہاوت کے مطابق ہے "دکھ رونڈی یا راندے۔ لے لے ناؤں بھراواں دے" اور آڑ نبوت کو رکھ کر شور مچا رکھا ہے۔ کہ اجرائے نبوت بند ہے۔ اور اسپر یہ دلیل بھی پیش کیجاتی ہے کہ مطیع مطاع نہیں ہو سکتا۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطیع ہیں لہٰذا مطاع نہیں ہو سکتے قرآن شریف کے اکثر مقامات اگرچہ اجرائے نبوت پر دال ہیں۔ مگر مجھے اسوقت صرف مطاع کے معنے بتانا مقصود ہے۔ طوع کرہ کی ضد ہے کرہ کا معنی ناپسندی ناخوشی۔ جبر طوع کا معنی پسندی۔ خوشی۔ دلی رضامندی چنانچہ سورہ آل عمران کے رکوع ۹ میں ہے ولہ من فی السموٰت والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اسی فرمانبردار ہے خواہ رضامندی سے ہو خواہ مجبوری سے۔ اور اسی طرف لوٹائے جاینگے۔ ایساہی سورہ الرعد رکوع ۲ میں ہے۔ وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرھا۔ اور سورہ حٰم السجدہ کے رکوع ۲ میں بھی ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین۔ طوع معنے خوشدلی۔ دلی رضامندی صاف ہے۔

اب ذیل میں وہ مقام دکھایا جاتا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کا مطاع ہونا فرمایا ہے چنانچہ وہ آیت یہ ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ سورہ النساء رکوع ۹۔ یعنی ہر رسول کو ہم نے اسلیے بھیجا ہے کہ باذن اللہ اسکا کہا محض خوشدلی اور رضامندی سے مانا چاہیے۔ کوہ کا نام تک نہ ہو۔ اس سے اگلی آیت میں اسکو اور بھی کھول دیا۔ فرمایا۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

ترجمہ۔ پس قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ مومن نہیں جبتک اپنے وہ باہمی جھگڑوں میں تجھکو حکم نہ بناویں۔ پھر جو کچھ فیصلہ کرے۔ اس سے اپنے نفسوں میں کوئی تنگی نہ پاویں۔ بلکہ پوری رضا کے ساتھ تسلیم کریں۔ ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما

نے طوعاً کا معنی اور بھی کھول کھول بتا دیا۔ اس رکوع میں منافقین کا ذکر ہے۔ اور اسپر ایک واقعہ بھی شہادت دیتا ہے کہ رسول کی فرمانبرداری طوعاً ہونی چاہیئے۔ وہ یہ کہ ایک منافق مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا اسپر مسلمان منافق راضی نہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا تھا۔ فرمایا گیا کہ جبتک اپنے نفس میں تنگی ہے پوری رضا مندی نہیں یعنی طوع نہیں تو مومن نہیں ہو سکتا۔

دوسرے مقام پر لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی یعنی دین میں اکراہ نہیں۔ زبردستی نہیں۔ دین میں دلی رضامندی دلی خوشی۔ دل سے قبولیت۔ دل سے پسندیدگی ہے دلیل یہ ہے کہ الرشد۔ الغی سے ظاہر ہے۔

الغرض مطاع اس پاک وجود کو کہا جاتا ہے جسکی فرمانبرداری طوعاً کیجاوے۔ اسکے لیے شرط نہیں کہ وہ مطیع نہ ہو۔ اور رسولوں کے واقعات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام بھی رسول ہیں اور لوط علیہ السلام بھی اور انکے بعد اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ یوسف علیہم السلام بھی۔ موسیٰ علیہ السلام بھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہارون بھی رسول ہیں۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ہر رسول کو اسلیئے بھیجا ہے کہ اس کی فرمانبرداری طوعاً کی جاوے۔ یہ شرط نہیں کہ وہ مطیع نہ ہو بہرحال وہ مطیع اللہ تو ہوگا۔ ارادہ ہے۔ کہ وہ مقامات جہاں قرآن شریف سے اجرا نبوت مترشح ہوتی ہے وقتاً فوقتاً عرض کئے جاویں اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے کوشش کی جاویگی۔ وباللہ التوفیق

بس

محمد علی انسپکٹر انجمنہائے احمدیہ

طلباء مدرسہ تعلیم الاسلام سے خطاب

الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم مالک یوم الدین۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

لڑکو! اصل غرض ہمارے مدرسہ کی جس کا نام تعلیم الاسلام ہے یہ ہے کہ یہاں کے طالب علم اسلام کی خوبیوں سے واقف ہوں اور دیگر مذاہب باطلہ کے بطلان پر مطلع ہو کر ان کے ان اعتراضوں اور جھوٹی تہمتوں کے جوابوں سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ جو وہ پاک اسلام پر کرتے ہیں۔ اور یوں وہ پکے مسلمان بن جائیں اور ان کا اسلام نہ ہو۔ بلکہ ان کے اس اسلام کی سچائی کے شاہد ہو جائیں جو عملی نمونہ کے بغیر حاصل ہونا محال ہے۔

دنیا میں بہت سے سکول ہیں ان میں مشرقی اور مغربی علوم کی اعلیٰ تعلیمیں دی جاتی ہیں۔ اور ان علوم کے بڑے بڑے ماہر کامل پروفیسر موجود ہیں۔ مختصر یہ کہ ان میں سے ہر ایک قسم کی دنیوی علوم کی تکمیل ہوتی ہے۔ مگر وہ امر جو ہمکو اس مدرسہ کی بنا ڈالنے کا محرک ہوا ہے کہ ہم اس چھوٹی سی بستی میں قریباً بے سروسامانی کی حالت میں محض توکلاً علی اللہ ایک مدرسہ جاری کریں۔ یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ان سکولوں میں اعلیٰ غرض و مقصد صرف حصول دنیا ہے۔ اور ان کے تعلقات صرف زمین ہی سے ہیں۔ آسمانی علوم سے جبکہ معلم ہی بے بہرہ ہوں تو طالب علم کیا سیکھ سکتے ہیں۔ غرض ہمنے ایک غائر نظر سے نگاہ کی اور دیکھا کہ یہ سکول اور یہ علوم مادی عقول کی ترقی کے کیسے بڑے بھاری ممد و معاون ہوں ہی بھی مگر ہمارے قرۃ العین لخت جگروں کو اس سے زیادہ کچھ نہیں بنا سکتے۔ کہ انکو بی اے یا ایم اے کا ڈپلوما دیکر دنیا کے کتے دیکر

کیڑے بنا دیں اور بالکل زمینی انسان بنا کر رکھدیں۔ حالانکہ علوم کی غرض و غائت یہ ہونا چاہیئے کہ وہ انسان کو زمین سے الگ کر کے آسمان سے متعلق کر دے۔ ہمنے دیکھا کہ ہمارے بچے ان سکولوں میں تعلیم پاکر موجودہ دجالی فتن سے نجات نہیں پا سکتے اور اپنے مخلوق ہونے کی اصل غرض اور مقصد کو جو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ پورا نہیں کر سکتے۔ لہذا انسان کو اس کی زندگی کا اصل مقصد بتانے بلکہ حاصل کرنے کی تدابیر پر عمل درآمد کرانے کی خاطر ہمکو یہ مدرسہ جس کا نام مدرسہ تعلیم الاسلام ہے جاری کرانا پڑا جس میں تم آج کل تعلیم پاتے ہو۔ چونکہ دنیا جائے اسباب ہے اور قدیر خدا نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا کو اسباب سے آراستہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ اسباب پر قادر تھا۔ کہ جب ہمکو پیاس لگتی تو آسمان سے پانی نازل کر دیتا جو ہمارے مونہہ میں آجاتا یا بھوک کے وقت آسمان سے کوئی خوان نعمت اتار دیتا۔ مگر عزیزو! اس نے ایسا نہیں کیا اپنے پاس ہی کنوئے کو دیکھو جو ابھی بنایا گیا ہے اسپر کتنا روپیہ خرچ ہوا ہے اور کس قدر آدمیوں نے بیلوں اور گدھوں کی طرح محنت کی تب جا کر یہ کنواں تیار ہوا تا کہ ہم پانی پئیں۔ اسی طرح یہ کھانے والا اناج کس محنت اور مشقت سے تیار ہوتا ہے۔ غرض ہمنے بھی اللہ تعالیٰ کی اس سنت کی موافق اسباب کا لحاظ کر کے انگریزی تعلیم (علاوہ دینیات اور علوم آسمانی کے جو اس مدرسہ کی تعلیم کا اصل مقصد ہیں) یہی ایک جزو قرار دی جو کسی طریق سے کوئی پوری پوری دی جاتی ہے۔

انگریزی تعلیم کی ضرورت اس لیئے بھی تھی کہ ہمارے سر پر جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ مقرر فرمایا ہے اسکی زبان انگریزی ہے۔ اور اُسکے دفاتر وغیرہ کل امور اسی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا ہمنے بھی اس زبان کی تعلیم کو ضروری سمجھا ورنہ اصل بات یہ ہے کہ ایک سڑا ہوا مردہ کتا جس قدر تمھاری نظر میں قابل نفرت ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ حقارت اور نفرت کی نگاہ سے ہم ان مادی امور کو دیکھتے ہیں یہ ساری دنیا مع اپنے تمام لوازم کے ایک مردہ کتے سے بھی زیادہ گھنونی اور نفرت انگیز نظر آتی ہے۔

میرے عزیزو! یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی پیاری اور محبوب چیز جس کے لیے اس نے دنیا کو پیدا کیا اور لاکھوں انبیاء مبعوث فرمائے وہ اسلام ہے یعنی اللہ ہی کی فرمانبرداری کرنا یعنی اپنے کل قویٰ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سربسجود کر دینا۔

پس ہماری غرض یہی ہے کہ ہمارے سکول کے طالب علم خدا کو جانیں اور مادی علوم اور مادی ترقیاں دین کی خدمت کی تکمیل کے لیے بطور خادم ہوں نہ بطور اصل مقصود۔ جیسے کہ ایک شخص کو مثلاً امرتسر جانا ہو تو اسکو یکہ یا ریل کی سواری کرنے کی اسلیے ضرورت ہے کہ وہاں پہنچ جاوے ورنہ اصل غرض اس کی یہ سواریاں نہیں ہیں اسی طرح پر ہماری اصل غرض اسلام ہے اور ترقی امور اور لوازمات بطور اسلام کے خادم کے ہوں۔ ہاں تو ہماری دلی غرض اور اصل منشاء یہ ہے کہ ہمارے سکول کے طالب علم خدا کو جانیں اور اپنے خدا کے حقوق کو پہچانیں اور اس سکول کی تعلیم و تربیت سے ایک ایسی قوم بنجاویں دار الامان کی تعلیم کا نور ان کے آگے لوگوں کو بتاتا جاوے کہ یہ **دار الامان کا نمونہ ہے** تم لوگوں کے دلوں کو جو تم سے قادیان آنے کی وجہ سے متنفر ہوں اپنے نور ایمان اور اخلاق کی کشش سے اپنی طرف کھینچ لو۔ لوگوں کی انگلیاں بھی رستہ میں جاتے وقت تمہاری طرف اٹھیں۔ اور یہ کہیں قادیان کے پڑھے ہوئے ہیں اور لوگ شوق سے تمہاری پیروی کی خواہش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خاص فضل کیا ہے کہ اس نے ہم میں خاص بندوں کو بھیجا اپنی کتابیں بھیجکر اپنے احکام اور اس نمونہ کو بھی دکھایا۔ جس سے ہم کمال حاصل کر سکتے ہیں۔ اور پھر احسان پر احسان کیا کہ ہمکو ان کتب کے علوم سے بہرہ مند کیا اور ان آسمانی علوم سے بھی ماہر کیا۔ اب خواہ کسی جگہ کوئی مسلمان ہو دنیا کے کسی حصہ میں ہو۔ مگر میرے عزیزو اللہ کی پہچان کے واسطے۔ انبیا کی پہچان کے واسطے جو فضل ہمکو دیا گیا ہے۔ وہ کسی کو عطا نہیں کیا۔ وہ کیا؟ یہی کہ اپنے بندے کو عین وقت پر ضرورت کے موافق حق و حکمت دیکر ہم میں بطور نمونہ بھیجا ہے۔ جس کے وجود سے ہمنے خدا کو دیکھا۔ انبیاء کے نور یا اسلیے ان کو دانا انکی پیشگوئیوں کی حقیقت سمجھی۔ قرآن سیکھا۔ غرض جو ملا اسی وجود باوجود سے ملا۔

اب دیکھو تم پر اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسے مدرسہ میں تم تعلیم حاصل کرتے ہو کہ جس کے واسطے بہتیرے بزرگ مسعود اعلیٰ ہیں ہم میں بہتیرے زندہ بھی ہیں تمہارے بزرگ انتظار کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے جنکا نام مسیح موعود و مہدی معہود و امام الزمان خاتم الاولیا ہے بھیجا۔ مبارک ہو تم کو مبارک ہو تم کو! آج دنیا کے پردہ پر اگر اسلام ہے اور ملسکتا ہے تو صرف اسی امام کے طفیل ہے۔ ورنہ نہیں۔ زندہ اسلام صرف اسی کے پاس ہے۔ اس کی مجلس خدا نما مجلس ہے۔ قرآن بھی اسی کی صحبت سے آسکتا ہے۔ پس آج کی تقریر ہماری اسی مضمون پر ہے کہ ہماری غرض اس مدرسہ کے جاری کرنے سے کیا ہے۔ تو بچوں کے اندر سے تم پھر حق اللہ اور حق العباد سے واقف ہوں۔ آسمانی علوم کے آگاہ ہوں اور پھر ان پر عمل کریں۔ اور ایک اسوہ حسنہ بنجاویں تم دنیا کے دوسرے سکولوں کے لیے نمونہ بنو اور انکو دکھلاؤ کہ جن مدرسوں میں وہ پڑھتے ہیں وہ انسانی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔

عزیزو! بڑا افسوس ہوگا۔ اگر یہاں کے لڑکے اور سکولوں کے سے ہوں۔ ایک داغ ہوگا۔ اگر تم میں سے کوئی بدچلن یا بد اخلاق ہو۔ وہ اپنا ہی برا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ہماری قوم کا دشمن بنتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اوقات درس اپنے سنوارنے کی فکر کرو۔ تمہارے آپس کے تعلقات گفتگو وغیرہ جہاں سے جداگانہ ہوں تم ایسے بنجاؤ کہ تم بغیر لوگوں کی مجلسوں کو مزہ ہی نہ آسکے جسطرح کھانا بغیر نمک کے بے مزہ ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بن لوگوں کے جلسے اور مجلسیں بے مزہ ہوں **ولتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا** لوگوں کیواسطے حجت ٹھہر جاؤ تاکہ تم پر اعتراض کرنے کا کسی بد باطن کو موقع نہ ملے جو کوئی حیلہ و حجت نہ رہے۔ ہمیشہ رہے کہ ہمنشین تمہاری صحبت سے متاثر ہوں۔ آمین

یہ لیکچر مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے دیا اور ایڈیٹر الحکم نے اپنے حافظہ کی بنا پر لکھا۔ (محمود احمد)

قابل توجہ
ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر

میں نہایت ادب کے ساتھ اپنے علاقہ کے ہر دلعزیز حاکم جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی توجہ کو اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ بوجہ خدا کے ایک مامور اور مرسل کے نازل ہونے کے قادیان لوگوں کے آنے جانے کی جگہ ہے۔ اسجگہ ہزاروں آدمی سال کے مختلف اوقات میں آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ ان آنیوالے لوگوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض گورنمنٹ کے معزز عہدہ دار بھی ہوتے ہیں۔ پھر یہاں دینی مرکز ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے قابل لوگ سکونت پذیر ہیں یہاں پر وہ کئی مدرسے بھی چلتے ہیں۔ ان تمام امور کی وجہ سے قادیان ایک نہایت اہم جگہ ہے۔ اور ہمارے ضلع میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ مگر باوجود اسکے قادیان کی صفائی ایسی گندی ہے کہ جس کا نتیجہ سوائے بیماری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ پنچایت میں اکثر ممبر مقرر ہیں جنکو ہماری ملکی بھلائی خلقیت اور دیگر تمام باتوں کی سمجھ ہمارے حقوق کا کوئی ہیں۔ ضرورت تھی کہ ہماری جماعت کے ممبر زیادہ ہوتے۔ چہ جائیکہ ممبر کبھی بھی صفائی کا حال دیکھنے کے لیے نہیں آتے۔ راستوں میں بڑے خطرناک گڑھے پڑے ہوئے ہیں جنکی وجہ سے اندھیری راتوں میں گزرنا ہو سکے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ گند بعض اوقات کئی کئی دن تک پڑا رہتا ہے۔ اور اسکو اٹھانے والا کوئی نہیں۔ نالیاں کبھی بھی صاف نہیں ہوتیں جو گڑھے پڑ گئے ہیں وہ پر نہیں کرائے جاتے۔ جو بھی لازم ہیں وہ خود ہی کام کیلیے نہیں آتے بلکہ پانچ چھ سال کے بچوں کو بھیجدیتے ہیں ان سے پرسش کرنیوالا کوئی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح سے اگر کچھ مدت رہا تو علاوہ اس تکلیف کے جو کہ ہمکو اسوقت پہنچ رہی ہے بیماری کے پیدا ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔

میں اپنے مہربان آفیسر سے امید کرتا ہوں کہ وہ قادیان کی صفائی کے لئے ممبران پنچایت کو تنبیہ کرینگے۔ تاکہ انتظام درست ہو جاوے۔

۳۳

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے۔

اور اعتقادی قوتوں کا نشو و نما اُس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اور اس ترجمہ اور نوٹس کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے درس سے لیے ہوئے نوٹوں اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں اور ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو کیا آپ نے ابتک نہیں پڑھا؟ اگر نہیں تو ضرور پڑھیں۔ اس میں نور ہدایت اور شفا ہے۔

۳۰ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ ھدیۃ فی پارہ صرف ایک روپیہ

دفتر

الحکم قادیان دارالامان سے طلب فرمائیں!

دوسری کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس ان قلابازیوں
سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ ہم نہایت نیک نیتی کے ساتھ
اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ ہماری نیت کیسی
ہے۔ پوچھتے ہیں کہ اگر اس قسم کے شغلے عبادت الٰہی
اور معرفت الٰہی کا موجب ہو سکتے ہیں اور انسانی روح
کے کمال کا باعث بن سکتے ہیں۔ تو پھر بازیگروں کو
معرفت کی اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا سمجھنا چاہیئے۔ اور انگریزوں
نے تو ان کھیلوں اور کرتبوں میں اور بھی حیرت انگیز
ترقیاں کی ہیں۔ اور باوجود ان ترقیوں کے ان کی معرفت
خدا کی نسبت یا تو یہ ہے کہ دوسرے سرے ہی منکر اور
دہریہ ہیں۔ اور اگر اقرار بھی کیا ہے تو ایک ناتوان بیکس
انسان کو جو ایک عورت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا
خدا بنا لیا۔ اور ایک خدا کو چھوڑ کر تین خداؤں کے قائل
ہوئے۔ جن میں سے ایک کو خون اور پیپ میں
رہنے والا تجویز کیا۔ اب اے دانشمندو! سوچو!
اے سلیم الفطرت والو! غور کرو کہ اگر یہی الغوزے بجانا
لٹکنا اور طبلہ اور سارنگی بجانے کے ذریعہ خدا کی معرفت اور
انسانی کمال حاصل ہو سکتا تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے
کہ اس فن میں ماہر اور موجد انگریزوں کو جو قسم قسم کے
باجے اور گانے کے سامان نکالتے ہیں الٹی ٹھوکر لگی
کہ یا خدا کے بالکل منکر یا تثلیث کے قائل ہو گئے
باوجودیکہ دنیوی امور میں ایجادات و اختراعات میں
ان کی عقلیں ترقی پذیر سمجھی جاتی ہیں پھر اس پر اور بھی
تعجب کرو اور سوچو کہ اگر یہی معرفت کا ذریعہ تھا تو کنجریوں
میں ناچنے والے اور تمام ناچنے اور گانے والے
اعلیٰ درجہ کے صاحب دل اور صاحب کمال ہونے
چاہئیں تھے!!! افسوس ان لوگوں کو خبر ہی نہیں کہ
خدا کی معرفت ہوتی کیا ہے اور انسانی کمال نام کس کا
ہے؟ وہ شیطانی حصہ کی شناخت نہیں کر سکے
انہوں نے صرف چند قطرے آنسوؤں کے بہا لینا اور
دو تین چیخیں مار لینا ہی روح کی تسلی اور اطمینان کا موجب
سمجھ رکھا ہے۔ بسا اوقات انسان ناول پڑھتا ہے
جس میں کسی دردناک حصہ پر پہنچتا ہے باوجودیکہ
جانتا ہے کہ ایک فرضی کہانی ہے۔ اور جھوٹا قصہ ہے
لیکن پھر بھی وہ ضبط نہیں کر سکتا اور بعض دفعہ چیخیں مار
مار کر رو پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض رونا اور
چلانا بھی اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میں نے
سنا ہے کہ ملوک چغتائیہ کے عہد سلطنت میں بعض لوگ
ایسے ہوتے تھے جو شرط لگا کر رلا دیتے تھے
اور ہنسا دیتے تھے۔ اور اب تو صریح یہ بات موجود ہے
کہ طرح طرح کے ناول موجود ہیں۔ بعض ایسے ہیں
کہ ان کو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ اور بعض
ایسے ہیں کہ ان کو پڑھ کر دل بے اختیار ہو کر دردمند
ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بناوٹی قصے اور فرضی کہانیاں
جانتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ انسان
دھوکہ کھاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان
نفسانی اغراض اور روحانی مطالب میں تمیز نہیں کرتا۔
جس قدر لوگ دنیا میں ہیں ان میں سے ایک بہت
بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو علامات حقیقیہ
سے بے نصیب ہیں اور ان کے منہ سے معارف
و حقائق نہیں نکلتے پھر رلا دیتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ
نہیں ہے کہ وہ حقائق اور معارف سے بہرہ ور ہیں
جو عبودیت کے رنگ سے رنگین ہو کر الوہیت
کی عظمت و جلال سے خائف اور ترساں ہو کر روتے
ہیں بلکہ اس کی تہ میں وہی بات ہوتی ہے جو میں نے
ابھی ناولوں اور کہانیوں کے متعلق بیان کی ہے۔
وہ خود بھی نفس کی ہوا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور
یوں رونا کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔

ہاں

اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی خشیت
کا غلبہ دل پر ہو اور اس میں ایک رقت گدازش
پیدا ہو کر خدا کے لیے ایک قطرہ بھی آنکھ سے نکلے تو وہ
یقیناً دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ پس انسان اس سے
دھوکہ نہ کھائے میں بہت روتا ہوں اس کا فائدہ
بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آنکھیں دکھنے آ جائیں گی۔
اور یوں امراض چشم میں مبتلا ہو جائے گا۔
میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور
اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے
لیکن یہ گریہ و بکا نصیب نہیں ہوتا۔ جب تک کہ خدا کو خدا اور
اس کے رسول کو رسول اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہو۔ نہ
صرف اطلاع بلکہ ایمان۔
طبیب جیسے ایک مریض کو جلاب دیتا ہے۔
اور اس کو ہلکے ہلکے دست آتے ہیں وہ مرض کو خارج
نہیں کر سکتے جب تک کہ جگری دست نہ آویں اور اپنے
ساتھ تمام مواد ردیہ اور فاسدہ کو لیکر نکلتے ہیں۔ اور
ہر قسم کی عفونتیں اور زہریں جنہوں نے مریض کو اندر ہی
اندر مضطرب اور مضطرب کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی
نکل جاتے ہیں اور اس کو شفا ہوتی ہے۔ اسی طرح پر
جگری گریہ و بکا ہر ایک قسم کی نفسانی
گندگیوں اور مفسد مواد کو لیکر نکل جاتا ہے اور اس کو پاک
صاف بنا دیتا ہے۔ اہل اللہ کا ایک آنسو جو توجہ الی اللہ
کے وقت نکلتا ہے۔ ہوا و ہوس کے بند اور ریاکاری کی
ظلمتوں کے گرفتار کے ایک دریا بہا دینے سے افضل اور
اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے لیے ہے۔ اور یہ خلق کے
لیے یا اپنے نفس کے واسطے۔
اس بات کو کبھی اپنے دل سے محو نہ کرو کہ خدا تعالیٰ
کے حضور اخلاص اور راستبازی کی قدر ہے تکلیف اور
بناوٹ اس کے حضور کچھ کام نہیں دے سکتی۔
اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر اس درجہ کے حصول کے لیے
کیا کیا جائے اور قرآن کریم نے اس درجہ پر پہنچنے کا کیا
ذریعہ بتایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
نے اس کے لیے دو باتیں بطور اصول کے رکھی ہیں۔ اول یہ کہ
دعا کرو۔ یہ سچی بات ہے خُلِقَ الانسان ضعیفا
انسان کمزور مخلوق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے
بدوں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا وجود اس کی پرورش اور
بقاء کے سامان سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف
ہیں۔ احمق ہے وہ انسان جو اپنی عقل و دانش یا اپنے
مال و دولت پر ناز کرتا ہے۔ کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا
عطیہ ہے وہ کہاں سے لایا۔ اور دعا کے لیے یہ ضروری
بات ہے کہ انسان اپنے ضعف و کمزوری کا پورا خیال
اور تصور کرے جوں جوں وہ اپنی کمزوری پر غور کرے گا
اسی قدر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج پائے گا۔

اور اسی طرح پر دعا کے لیے اس کے اندر ایک جوش پیدا ہوگا۔ جیسے انسان جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور کوئی یا بے کسی محسوس کرتا ہے۔ تو بڑے زور کے ساتھ چلّا چلّا کر دوسرے سے مدد مانگتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنی کمزوریوں اور لغزشوں پر غور کرے گا اور اپنے آپ کو ہر آن اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج پائے گا تو اس کی روح پورے درد اور جوش سے بیقرار ہو کر آستانہ الوہیت پر گرتی اور چلاتی ہے اور یا رب یا رب کہکر پکارتی ہے۔ غور سے قرآن کریم کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ پہلی ہی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی تعلیم دی ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

دعا تب ہی جامع ہو سکتی ہے کہ وہ تمام منافع اور مفاد کو اپنے اندر رکھتی ہو۔ اور تمام نقصانوں اور مضرتوں سے بچاتی ہو پس اس دعا میں تمام بہترین منافع جو ہو سکتے ہیں۔ اور ممکن ہیں وہ اس دعا میں مطلوب ہیں۔ اور بڑی سے بڑی نقصان رساں چیز جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے اس سے بچنے کی دعا ہے۔

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ **منعم علیہ چار قسم** کے لوگ ہیں۔ اول نبی۔ دوم صدیق۔ سوم شہید۔ چہارم صالحین۔

پس اس دعا میں گویا ان چاروں گروہوں کے کمالات کی طلب ہے۔ **نبیوں** کا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ وہ خدا سے خبریں پاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الآیۃ یعنی خدا تعالیٰ کے غیب پر کسی کو غلبہ نہیں ہے۔ ہاں اپنے نبیوں میں سے جس کو وہ پسند کرے۔ جو لوگ نبوت کے کمالات سے حصہ پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قبل از وقت آنیوالے واقعات کی اطلاع دیتا ہے اور یہ بہت بڑا عظیم الشان نشان خدا کے ماموروں اور مرسلوں کا ہوتا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی معجزہ نہیں۔ پیشگوئی بہت بڑا معجزہ ہے تمام کتب سابقہ اور قرآن کریم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ پیشگوئی سے بڑھکر کوئی نشان نہیں ہوتا۔

نادان اور بد اندیش مخالفوں نے اس علم پر کبھی غور نہیں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر اعتراض کیا ہے۔ مگر افسوس ہے ان آنکھ بند کر کے اعتراض کرنے والوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ جسقدر معجزات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے ہیں۔ دنیا میں کل نبیوں کے معجزات کو بھی اگر ان کے مقابلہ میں رکھیں تو میں ایمان سے کہتا ہوں ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بڑھکر ثابت ہوں گے قطع نظر اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے قرآن بھرا پڑا ہے اور قیامت تک اور اس کے بعد تک کی پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں سب سے بڑھکر ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ **ہر زمانہ میں ان پیشگوئیوں کا زندہ ثبوت** دینے والا موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے **مجھے بطور نشان کھڑا کیا اور پیشگوئیوں کا ایک عظیم الشان نشان مجھے دیا**۔ تا میں ان لوگوں کو جو حقائق سے بے بہرہ اور معرفت الٰہی سے بے نصیب ہیں روز روشن کی طرح دکھا دوں کہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہمیشہ کیلئے مستقل اور دائمی ہیں۔

کیا بنی اسرائیل کے بقیہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو خداوند خداوند پکارنے والے عیسائیوں میں کوئی ہے جو ان نشانات میں میرا مقابلہ کرے میں پکار کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں ایک بھی نہیں۔

پھر یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداری معجزنمائی کی قوت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ مسلم مسئلہ ہے کہ نبی متبوع کے معجزات ہی وہ معجزات کہلاتے ہیں۔ جو اس کے کسی متبع کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔ پس جو نشانات خوارق عادات مجھے دیئے گئے ہیں۔ جو پیشگوئیوں کا عظیم الشان نشان مجھے عطا ہوا ہے دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ **معجزات** ہیں اور کسی دوسرے نبی کے متبع کو آج فخر نہیں ہے کہ وہ اس طرح پر دعوت کرے اور ظاہر کر دے کہ وہ بھی اپنے اندر اپنے نبی متبوع کی قدسی قوت کی وجہ سے خوارق دکھا سکتا ہے یہ فخر صرف اسلام کو ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ رسول اور ابد الآباد کے لیے صرف ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں جن کے نفس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل سے ہر زمانہ میں ایک مرد خدا خدانمائی کا ثبوت دیتا ہے۔

غرض بات تو یہ تھی کہ اس دعا میں نبیوں کے کمالات سے حصہ لینے کی بھی دعا ہے۔ کیونکہ منعم علیہ گروہ ہے۔ اور اس کے کمالات میں سے سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان پر غیب کی باتیں مثلاً پیشگوئیاں بھی کھلتی ہیں۔ ظاہر کی جاتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس دعا میں درحقیقت پیشگوئیاں مانگنے کی دعا نہیں ہے۔ بلکہ اس مرتبہ کے حصول کی ہی دعا ہے جہاں پہنچکر پیشگوئی کرتا ہے۔ پیشگوئی کا مقام اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے قرب کے بدوں ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں وہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کا مصداق ہوتا ہے اور یہ درجہ تب ملتا ہے۔ جب دَنٰی فَتَدَلّٰی کے مقام پر پہنچے جبتک کلی طور پر اپنی انسانیت کی چادر کو پھینک کر الوہیت کی چادر کے نیچے اپنے آپکو نہ چھپا لے یہ مقام اسے کب مل سکتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بعض سلوک کی منزلوں سے ناواقف صوفیوں نے آکر ٹھوکر کھائی ہے اور اپنے آپ کو وہ خدا سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کی اس ٹھوکر سے ایک خطرناک غلطی پھیلی ہے جس نے بہتوں کو ہلاک کر ڈالا اور وہ وحدت وجود کا مسئلہ ہے۔ جس کی حقیقت سے یہ لوگ ناواقف محض ہوتے ہیں۔

میرا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کے درجہ پر جبتک انسان نہ پہنچے اور [illegible] پیشگوئی کی قوت نہیں مل سکتی اور یہ

اسوقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ انسان قرب الٰہی حاصل کرے۔ قرب الٰہی کے لیے یہ ضروری بات ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل ہو کیونکہ جبتک اللہ تعالیٰ کی صفات کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان کی عزت نہ کرے۔ اور ان کا پرتو اپنی حالت اور اخلاق سے نہ دکھلا سکے۔ وہ خدا کے حضور کیوں کر جا جا سکتا ہے۔

مثلاً خدا کی ایک صفت قدوس ہے پھر ایک ناپاک غلیظ ہر قسم کے فسق و فجور کی ناپاکی میں مبتلا انسان اللہ تعالیٰ کے حضور کیوں کر جا سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔ (باقی آئندہ)

الحکم نمبر ۱۰ جلد ۵ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء

ایک نکتہ

ایک احمدی غیر احمدی دوست سے مخاطب ہو کر۔ کیوں جناب یہ تو فرمایئے کہ جب حضرت عیسیٰؑ آسمان پر تشریف لیگئے ہیں کبھی اُترے بھی ہیں۔

غیر احمدی۔ نہیں ابھی تک نہیں اُترے آیندہ زمانہ میں اُتر ینگے۔

احمدی۔ اچھا یہ تو فرمایئے کہ جسوقت سے آسمان پر ہیں اسوقت سے ابتک انکی وفات تو نہیں ہوئی یعنی کبھی ایسا تو نہیں ہوا کہ اُن کی روح جسم سے نکل گئی ہو۔

غیر احمدی۔ نہیں توبہ توبہ۔ کیا آسمان پر تغیر ہو جاتی

احمدی کیا یہ سچ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی تھی۔

غیر احمدی۔ بیشک یہ تو ایک مسلم بات ہے ؎

شبی کہ بمسجد امام انبیا شد

صف پیشینیاں را پیشوا شد

احمدی۔ تمام انبیا جب آئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آئے ہوں گے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہوگی۔

غیر احمدی۔ ہاں ضرور۔

احمدی تو آپ کا یہ فرمانا غلط ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ آسمان پر تشریف لیگئے کبھی اُترے ہی نہیں۔ وہ تو بیت المقدس میں اُتر چکے۔ کہیئے الحمد للہ

غیر احمدی۔ مع جسم نہیں اُترے تھے فقط انکی روح اتری تھی

احمدی۔ پھر انکی وفات ہو گئی کیونکہ روح جسم کو چھوڑ کر الگ ہو گئی تھی۔ اسی کا نام وفات ہے۔ پڑھیئے انا للہ

یہ وہ گفتگو ہے جو کسی احمدی اور غیر احمدی کے مابین ہوئی تو نہیں مگر ہونی ضرور چاہیئے۔ والسلام

(علمی احمدی)

نظم

خدا کا فضل و احساں اور لطف جاوداں آیا
الٰہی شکر الٰہی شکر فضل بیکراں آیا
رسول اللہ نے دی تھی بشارت جسکے آنیکی
سلام اپنا لکھا تھا سید الکونین نے جس کو
پکار اُٹھا زمانہ دی گواہی چاند سورج نے
دلائل نے لگا دی مہر دعوے کی صداقت پر
کرامت پر کرامت معجزوں پر معجزے الکھوں
کھلے اسرار قرآں بہ چلے دریا معارف کے
فصاحت اسکو کہتے ہیں بلاغت اسکو کہتے ہیں
دلوں کی قوت روحوں کی غذا ہر بات ہی جس کی
یہودیت نے بس مونہہ ہی نکالا تھا گریباں سے
یہ کیسی ڈالدی پھیل سی طاعون زلازل نے
نہ تم جاگے نہ تم اُٹھے نہ کھولی چشم خوابیدہ
ہوئی تھی خبر کب ایسی عظیم الشان دنیا میں
عذاب آتا نہیں جبتک رسول آئے نہ دنیا میں
ہوئی برباد دنیا جنگ و طاعون و زلازل سے
کہاں تک مستی غفلت کہاں تک مستی نفرت
وفات حضرت عیسیٰ تو ہے قرآں سے ثابت
نبی اللہ۔ نبی الانبیاء نے جس کو فرمایا
وہی ایمان جو دنیا سے پہنچا تھا ثریا پر
خدا کا نور بجھ جائے گا تیری پھونک سے
خبر حضرت نے دی تھی ہر صدی پر اک مجدد کی
نہ کچھ تحقیق سے مطلب نہ کچھ فرق حق و باطل
فلک ہو مسکن عیسیٰ زمیں ہو مدفن حضرت

مسیح دیں امام وقت و مہدی زماں آیا۔
غلام احمد ختم الرسل باعز و شاں آیا
وہی مہدی نبی ہادی امام انس و جاں آیا۔
وہی ہادی عالم مہدی آخر زماں آیا
زمیں لیکر نشاں آئی فلک لیکر نشاں آیا
کلام پاک رحمٰں شاہد معجز بیاں آیا
مسیحیت کا دعوی لیکے فوج بیکراں آیا
مبارک ہو کہ سلطان القلم معجز بیاں آیا
بلیغ نکتہ داں آیا فصیح خوش بیاں آیا
وہی رطب اللساں عربی عذب البیاں آیا
کچلنے کو سر اسکا ابن مریم ناگہاں آیا
عذاب قتل و غارت کبھی جہاں دیکھو وہاں آیا
ادھر طاعون اُدھر طوفان بہر امتحاں آیا
یہ اے غافل عذاب حق ہے بہر امتحاں آیا
یہی قرآں میں ہے جابجا دیکھو بیاں آیا
یہ کیسا آجکل آشوب زیر آسماں آیا
الا اے غافل مدہوش وقت امتحاں آیا
حیات عیسوی کا ذکر کیجیے تو کہاں آیا
نبوت میں شک اس کی پھر کہاں ادھر آیا
وہی واپس طفیل مہدی آخر زماں آیا
یہ کیسا وسوسہ دل میں ترے او بدگماں آیا
مجدد اس صدی کا کوئی بتلائے کہاں آیا
وہی بس باپ دادا کا حوالہ درمیاں آیا
سمجھ میں پھر بھی یہ فرق زمین و آسماں آیا

نتیجہ ہے یہ اک شائستہ دل کی بردباری کا
کہ ہر بزدل سے بزدل بنکے ضرغام با زخاں آیا

ناسخ

دوستو! اگر الحکم کو اسی آن بان اور شان و شوکت سے دیکھنا چاہتے ہو تو اسکی توسیع اشاعت میں کوشش کرو۔

تاریخ مالابار!

گذشتہ سے پیوستہ

۱۹۰۸ء کی آمد

اب ۱۹۰۸ء آیا۔ یہ سن تمام ہندوستان کے احمدیوں کے لیے ایک انقلاب کا سال تھا۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دنیا میں اس سال ایک عظیم الشان زلزلہ آیا۔ پس جیسا کہ اس زلزلے نے ہر ایک احمدی کے قلب کو صدمہ پہنچایا اور اس کے علاوہ مالابار کے احمدیوں کے لیے اس سال نئے مشکلات کا دروازہ کھولدیا۔ ایک طرف تو مشکلات نے اپنا زور دکھایا دوسری طرف ہر ایک احمدی کے قلب کو وہ تقویت خدا کی طرف سے عطا ہوئی۔ جس نے مالاباری سنگلاخ زمین میں احمدیت کے پودے کو دنوں میں جوان کردیا الغرض ۱۹۰۸ء میں عبدالقادر صاحب رنگون سے تشریف لائے اور ان کے آنے کے ساتھ ہی مالاباری دنیا کے سمندر میں پھر ایک تلاطم شروع ہوا۔ اب احمدیت کی آواز کھلے بندوں لوگوں کو سنائی دینے لگی۔

کے۔ ایم۔ ابراہیم نے اپنے چھوٹے بھائی ایم۔ عبداللہ کنجی کو سلسلہ کی اسقدر تبلیغ کی کہ اس نے حضرت مسیح کو نہ صرف قبول کرلیا بلکہ اس نے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ اسکو قادیان میں بھیجدیا جائے اور وہ ایسی ہجرت کرے کہ فوت بھی وہیں ہو۔ مگر کے۔ ایم۔ ابراہیم ایسی مالی طاقت نہ رکھتا تھا۔ کہ اس کے اخراجات کو برداشت کرسکے۔ آخر وہ اسی سنہ میں راہی ملک عدم ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس صدمہ کو گزرے ہوئے کوئی لمبا عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ وہ عظیم الشان دلوں کو ہلا دینے والی۔ بلکہ کمزور قلب کے مومنوں کو مرتد کردینے والی جانسوز خبر خشکیوں اور سمندروں کو چیرتی ہوئی۔ مالابار میں پہنچ گئی کہ وہ عظیم الشان مصلح جری اللہ فی حلل الانبیاء نبی وقت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ الف الف صلوٰۃ اپنے حقیقی محبوب کے ساتھ ملاقی ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

مگر ساتھ ہی معلوم ہوگیا کہ اس سلسلہ کی امانت اور خلافت کے لیے جس شخص کو چنا ہے۔ اور جسکے سامنے بڑے بڑے سرکشوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ وہ نور دین اعظم۔ صدیق ثانی ہے۔ مالاباری احمدیوں نے گردن اطاعت جھکا دی۔ اور فوراً ہی بیعت کا خط لکھدیا۔ اسطرح سے خدا نے خود ان کی دستگیری کی اور گرنے سے بچا لیا۔

مسز کے۔ ایم۔ ابراہیم کو ایک اور صدمہ اس سال میں پہنچا اور وہ یہ کہ آپ کی بیوی عین شباب میں راہی ملک بقا ہوئی۔ یہ صدمات پے درپے واقع ہوئے اور ان کے ساتھ ہی ۱۹۰۸ء کا خاتمہ ہوگیا گویا ۱۹۰۸ء تکلیف کا ہی سال تھا۔ مگر باوجود اسکے بہت سے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور اسوقت تک ان کی تعداد تیرہ تک پہنچ چکی تھی جنکے اسماء یہ ہیں۔

(۱) اے عبدالقادر صاحب
(۲) کے۔ ایم۔ ابراہیم صاحب۔
(۳) کویا عبدالقادر صاحب۔
(۴) ایم عبدالقادر صاحب
(۵) سی۔ سی رحمنار صاحب
(۶) کچالی عبدالقادر صاحب
(۷) پلی کنجی صاحب
(۸) ای محمد کنجی صاحب
(۹) ایم عبدو صاحب
(۱۰) شعبان حاجی صاحب
(۱۱) ایم کماں کٹی صاحب
(۱۲) کے۔ ایم کنجی کویا صاحب
(۱۳) مولوی محی الدین صاحب پنگاڑی

اب جبکہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ جنکو ہم حقیر چیز خیال کرتے تھے۔ اب انھوں نے ایک طاقت پیدا کرلی ہے۔ تو وہ بہت گھبرا گئے۔ مالاباری ریاست کی تخت نشین ایک رانی تھی اسکو معلوم نہیں کہ ملا لوگوں نے کیا کیا سکھایا۔ کہ وہ بھی سلسلہ کی سخت مخالف ہوگئی۔ اور غیر احمدیوں کے ساتھ برابر دشمنی میں حصہ لینے لگی۔ غیر احمدیوں کی عقل رسا نے آخر یہ تجویز سوچی کہ احمدیوں کے ساتھ ایک مباحثہ کی بنیاد ڈالی جاسکے۔ اور اس مسئلہ میں اگر کوئی خلاف بات احمدیوں کے مونہہ سے نکل جائے۔ تو بس احمدیوں کو جان سے ہی مار ڈالا جائے یہ تجویز دماغ میں پختہ کرکے آخر محلات شاہی میں رانی صاحبہ کے پاس گئے اور اس کو بھی اس میں متفق کرلیا۔ اور اسی غرض کے لیے ایک مولوی ترور نگاڈی سے مسمی کنجی احمد حاجی بلایا گیا۔ جو کہ مدرسہ ویلور کا فارغ التحصیل تھا۔ اسکے بلانے سے گویا انھوں نے یہ ثابت کردیا کہ علماء مالابار ایک احمدی تاجر کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ اور اپنی عاجزی کا ثبوت خود انھوں نے مولوی کو بلانے سے دیدیا۔ مولوی صاحب چونکہ ایک ایسی مہم پر طلب کیے گئے تھے جسکو سر کرنے کیلیے بڑے بڑے علماء سب کے سب عاجز تھے۔ اسلیے مولوی صاحب کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ اور محل شاہی میں مہمان ٹھہرائے گئے۔ راجہ کے وسیع محل میں کئی ہزار آدمی جمع تھے تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی اور سب کے سب علماء کے ابھارے ہوئے تھے۔ اور مرنے مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ حتی کہ عبدالقادر صاحب کو طلب کیا گیا۔ انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ مجھ کو خطرہ جان ہے۔ اسلیے میں جانے کیلیے تیار نہیں۔ ہاں اگر آپ کو مباحثہ کرانا منظور ہے تو تحریری مباحثہ کرالو۔ آپ سوالات لکھکر بھیجدیں۔ ہم جوابات لکھکر بھیجدینگے۔ اس طرح مباحثہ بھی ہوجائیگا اور ہمکو تکلیف نہ ہوگی۔ اس انکار نے ان لوگوں کو

اور بھی ٹھہرنے کا موقع دیا۔ ایک مٹھی بھر جماعت کو مارنے کے لیے ہی گئے۔ مگر خدا نے خود ہی ایک صورت پیدا کردی۔ رانی کے ایک رشتہ دار کو علیا صاحب نے عبدالقادر صاحب کو کہلا بھیجا کہ میں تمھاری جان کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ آپ آکر صرف تقریر سن لیں اور چلے جائیں۔ یہ سنکر شجاع اور بہادر ہمارا بھائی توکلاً علے اللہ گھر سے نکل کر وہاں گئے۔ مسٹر کوٹا علیا نہایت اچھے اخلاق سے ملا اور خود لیجا کر صدر میں بٹھا دیا۔ قاضی کنیا نور نے مولوی ویلوری سے اس طرح انٹرڈیوس کرایا گیا۔ کہ یہ وہ شخص قادیانی ہے۔ جو کافر ہو گیا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو مردہ سمجھتا ہے وغیرہ ذالک اس قسم کے الفاظ شر انگیز بولے۔ جب وہ بول چکا تو مولوی عبدالقادر صاحب کی طرف متوجہ ہوا اور مباحثے کی ٹھانی: ڈالنی چاہی۔ تب عبدالقادر صاحب نے کہا کہ میں مدعی نہیں ہوں۔ مدعی قادیان میں ہے اور وہاں سے اگر آدمی بلایا جائے تو بہت دیر لگے گی۔ اور میں تو کوئی عالم نہیں ہوں اور اسطرح سے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا۔ مگر مولوی کہا کہ اچھا میں ایک سوال پوچھتا ہوں کہ آپ مسیح ناصری کو کیا سمجھتے ہیں؟

عبدالقادر نے کہا کہ مجھے تقریر کے لیے نہیں بلایا گیا بلکہ تقریر سننے کے لیے بلایا گیا ہے۔ اسپر مسٹر کوٹا علیا نے کہا کہ آپ صرف اس بات کا جواب دیدیں تب عبدالقادر نے کہا کہ وفات یافتہ مانتا ہوں۔ مولوی نے کہا کہ وفات عربی لفظ ہے۔ اسکا ترجمہ بتلاؤ جو میں ہو۔ عبدالقادر نے کہا کہ وفات سے میری یہ مراد ہے۔ جیسے سب بزرگوں کو وفات ہو گئی۔ اور سب مانتے ہیں اس لفظ وفات سے جو معنی نکلتے ہیں۔ وہی میری مراد ہے۔ اسپر ایک گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی آخر یہ تجویز ہو گئی کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اور یہ شرائط قرار پائیں۔

(۱) مباحثہ تحریری ہوگا۔

(۲) آپ لوگ سوال لکھکر مسٹر کوٹا علیا کو دیدیں وہ ہمکو دیدینگے

(۳) ہم بھی اُس کا جواب لکھکر مسٹر کوٹا علیا کو دیدینگے

(۴) جواب سوالات سے آٹھ دن کے بعد دیا جائیگا۔

یہ شرائط مقرر ہو گئیں۔ خدا نے خود ہی اپنے فضل کی راہیں پیدا کردیں۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ غریب احمدیوں کا اسدن خون بکریوں کی طرح بہ جاتا اور یہ کچھ مشکل نہ تھا۔

مولوی ویلوری نے لکھکر پانچ اعتراضات کیے جو کہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا تم مانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گیا ہے؟

(۲) کیا تم نہیں مانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسم عنصری آسمان پر گیا اور قیامت سے پہلے واپس نہیں آئیگا؟

(۳) کیا تم نہیں مانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندہ بناکر اُڑایا اور یہ سامری کے بچھڑا بنانے کی طرح ہو؟

(۴) کیا تم مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے ہو؟

(۵) کیا انبیا کی وحی الہام شیطان کے ذریعے ہو سکتے ہے؟

یہ وہ پانچ اعتراض تھے جو اس مولوی نے ای عبدالقادر صاحب پر کیے۔ حسب شرائط طے شدہ آٹھ دن کے بعد جواب دینا قرار پایا۔

رانی صاحبہ کا عزیز۔ ای عبدالقادر صاحب اور اُنکے ساتھیوں کو اپنے کمرے میں لے گیا اور کہا کہ آپ کریں اور ابھی نہ جائیں کیونکہ سخت خطرہ ہے لوگ چلے جائینگے تو آپ بھی چلے جائیں۔ چائے شکر وغیرہ پلائی۔ جب سب لوگ چلے گئے تو یہ بھی بخیریت سے گھر کو چلے آئے۔

بعض امراء نے یوں اس جلسے کی کیفیت سنائی۔ کہ وہاں کوئی طاقتور شخص بھی نہ تھا جس کا ہاتھ لمبا ہوتا۔ خیر یہ دن خیر خوبی سے گزر گیا۔ ان سوالات کا جواب لکھنے کے لیے ہمارے احباب کنانور سے دو میل باہر ایک دوست ایم عبدالقادر کے باغ میں چلے گئے۔ وہیں جواب لکھا۔ مگر اس کو صاف اور خوشخط لکھنے کے لیے ایک کاتب کی ضرورت تھی۔ قاضی صاحب نے پہلے ہی تمام کاتبوں کو حکم دیدیا کہ کوئی شخص ان کی تحریر نہ لکھے۔ ورنہ اُس سے بہت بُرا سلوک کیا جائیگا۔ مگر احمدیوں نے بہت محنت سے ایک کاتب مہیا کر لیا۔ جب اس نے ایک یا دو صفحے لکھ لیے ....

.... تو اس کاتب کو جسکا نام محمد حاجی تھا۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ فوراً اس خط کو چھوڑ کر چلے جاؤ ورنہ بہت بُرا سلوک کیا جائیگا۔ اس نادر شاہی حکم کو سنکر کاتب فوراً مضمون چھوڑ کر چلا گیا۔ مخالفین کی خواہش تھیں کہ وقت مقررہ پر تحریر نہ پہنچ سکے تو ہم وہ بُرے سلوک جو ان کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ کریں۔ اور دل کھول کر ان کو نقصان پہنچائیں۔

اس کاتب کے چلے جانے کے بعد پھر کوشش کی گئی کہ کوئی اور کاتب ملے مگر بعد از تلاش بھی نہ ملا۔ تو عبدالقادر صاحب رات کو مسٹر کوٹا علیا کے پاس گئے اور کہا کہ اس شرمناک طریق سے ہمارا کاتب بھگوا دیا گیا ہم کیا کریں۔ مگر وقت اور تاریخ بھی اور اصل مضمون اُس کو دکھایا جواب ہم لکھ چکے ہیں اور یہ نہیں کہ جواب ہمارے پاس نہیں ہیں۔ آپ یا وقت دیں یا کوئی کاتب مہیا کردیں۔ تب اس نے پھر اعتماد اور بھروسہ پر ...... ایک ہفتہ اور زیادہ کردیا۔

دوسرے دن شہر کے امراء اور علماء بڑے بڑے جبے پہنکر رات کے وقت رانی صاحبہ کے محل میں گئے۔ اور معلوم نہیں کہ اسکو کیا کچھ کہا گیا کہ صبح کو اس جبا د طبیعت رانی نے حکم دیا اور یہ منادی کرادی۔

(۱) احمدیوں کو کوئی اپنے گھر میں نہ لائے اور نہ انکے گھر میں کوئی جائے۔ انکو بائیکاٹ کیا جائے۔

(۲) کوئی ان کو سلام نہ کرے۔

(۳) اگر کوئی ان کو تکلیف دے تو اس سے بازپرس نہ ہوگی۔

(۴) ہمارے کمپونڈ میں کوئی احمدی داخل نہ ہو۔

ایک طرف تو شہر میں یہ منادی ہو گئی دوسری طرف مولویوں اور ملانوں نے مسجد کے ممبروں پر چڑھ کر نہ صرف اعلان کیا بلکہ سخت طور پر برانگیختہ کیا۔ اب تو سخت مصیبت کا مقابلہ ہو گیا۔ اور احمدیوں

کو لوگ اپنی طاقت سے بڑھکر تکلیف دینے لگے۔ ان مصیبتوں کو سہتے ہوئے ایک بہادر اور شجاع احمدی مسٹر عبدالقادر نے ایک رجسٹرڈ نوٹس رانی صاحبہ کے نام لکھا۔

نوٹس

کنانور کے ارکل راجہ پنچی بی بی کی خدمت میں سے عبدالقادر کویا ساکن کنانور کی طرف سے عرض ہے کہ میری اس چٹھی کا باعث حضور کا وہ حکم ہے جو حضور کے کمپونڈ میں نہ داخل ہونے کے متعلق ہے بنمبر ذیل آرڈر جو ۱۰ نومبر ۱۹۱۱ء بروز چہارشنبہ کا ہے جس میں آپ نے تیرہ آدمیوں کے بائیکاٹ کا حکم دیا ہے اور ان کا حقہ پانی بند کیا گیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرا نام بھی ان بائیکاٹ شدہ لوگوں میں ہے۔ مندرجہ بالا حکم کی وجہ سے لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ذلیل کرتے ہیں۔ بشریر اور بدمعاش لوگ تکلیف دینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیں بہت بڑی تکلیف اور مشکل کا سامنا ہوتا ہے اور ہمیں ان سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ نیز ماہ ذوالقعدہ کی ۱۲ تاریخ کو ہمارے خسر کے ہاں ایک شادی ہے جس میں میرا شامل ہونا کئی قسم کے نقصانات کا باعث ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے سپاہیوں نے حجاموں کو بھی منع کر دیا ہے۔ ہم کو اور ہماری جماعت کو اس قدر تکلیف اور خطرے میں ڈالنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ ہم نے کیا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے ہم اس سزائے ناسزا کو بھگت رہے ہیں۔ اب میری عرض یہ ہے کہ ایک نقل میرے اس جرم کی مجھے بھیجنے کا حکم دیا جاوے۔ جو بغیر مجھ سے جواب طلب کرنے کے مجھ پر لگایا گیا ہے۔ اس معاملہ میں اگر جلدی کچھ نہ کیا گیا تو اس سے جو برے نتائج پیدا ہوں گے اور جو خطرہ جان یا نقصان کا ہوگا میں نہایت ہی افسوس سے کہتا ہوں کہ اسکے آپ ذمہ دار ہونگے۔

کے عبدالقادر کویا ۱۲ نومبر ۱۹۱۱ء

اس خط سے جو جرأت اور بہادری ٹپکتی ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ ایک غریب اور کمزور رعایا میں سے ایک فرد جو کہ حکومت اور اسکے روساء اور علماء و عوام الناس کی نظروں میں معتوب ہے۔ وہ نہایت جرأت کے ساتھ حکومت کو یہ لکھتا ہے "اس سے جو برے نتائج پیدا ہوں گے اور جو خطرہ جان یا نقصان ہوگا میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ اس کے ذمہ وار آپ ہی ہونگے" یہ شجاعت سوائے ایک یقین اور معرفت کے پیدا نہیں ہوتی ورنہ کسی کو کیا پڑی کہ وہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ایک غائبانہ محبت کو قائم رکھے۔

آپ کو اسی نوٹس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ ریاست کی طرف سے حجاموں کو بھی روک دیا گیا۔ کہ ان کی حجامت نہ کی جاوے۔ دوکانداروں کو روک دیا گیا مسجد سے نکلتے تکلیف دینے لگے بازاروں میں بیٹھ جاتے اور اگر کوئی احمدی ملجاتا تو سب کے سب اسکے پیچھے ہو جاتے۔ تالیاں بجاتے اور گالیاں دیتے قادیان۔ قادیان کے نعرے لگاتے۔ مٹی ریت پھینکتے چیلا احمدی تھے اور سارا علاقہ ان کو تکلیف دینے پر تلا ہوا تھا۔ جن کی دکانیں چلتی تھیں بند ہو گئیں حجامت کے لیے پانچ پانچ سات سات کوس چل کر خوشامد کر کے اور زیادہ سے زیادہ پیسے دیکر بڑی مشکل سے حجامت کروائی جاتی۔ انہیں مولوی محی الدین صاحب ان مصائب کی برداشت نہ کر کے قادیان چلے گئے حاجی عبدالقادر رنگون تشریف لے گئے۔ مکائیم۔ ابراہیم سیٹھ بالیم چلے گئے۔ گویا عبدالقادر صاحب۔ اور عبدالقادر رنجالی کو کالی کٹ کے بازار میں غنی شہروں نے مارا۔ کپڑے پھاڑ دیئے سخت بے عزتی کیا۔ جب پولیس نے کہا کہ شکایت کرو۔ رپورٹ لکھواؤ تو انہوں نے صرف یہ کہدیا کہ ہم خدا کے حضور رپورٹ کر چکے۔

بلی کٹی صاحب کو کنانور کے بازار میں شریروں نے سخت مارا۔ قادیان۔ قادیان کہکر پیچھے تالیاں بجائیں پاگل بنا دیا۔ شہر میں پھرتے رہے۔ ایم کمال کٹی کا بیٹا فوت ہو گیا۔ بس اک قہر ہو گیا۔ دنیا میں اس کے دفن کرنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اس قسم کی تکلیفیں ہیں کہ جن کو وہ برداشت نہ کر سکا۔ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق اس نے جب مسیح موعود کا انکار کیا۔ تب اسکا بچہ دفن ہوا۔ اسی طرح کمزور طبیعت شعبان حاجی کو اس قدر تکالیف دیں کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور مرتد ہو گیا۔ اگرچہ اس کی نسبت ہمکو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ اب بھی خفیہ احمدی ہے۔ (باقی آئندہ)

غزل یوسف

فتح اس عہد خلافت میں اک ایسی ہوگی
اور سعد محمود کا رطب اللساں ہو جائیگا

مسجد لندن کی دشمن نیم جاں ہو جائیگا
پھر خلافت کا ترقی پر نشاں ہو جائیگا

جبکہ اک پیر بھی چندہ میں ملا ...
اسکا بدخواہ خدا و دشمن جاں ہو جائیگا

لشکر محمود کا لڑنے کی ہے عقل پیراں
لشکر اعدا میں اک تیر رواں ہو جائیگا

دوجہاں کا شمسن ... محمود کو
عجب اک لشکر ... کرد بیاں ہو جائیگا

احمدی کہلائیگے اغیار وہ اس حکم پر
آسماں پر سبز رفتہ مدح خواں ہو جائیگا

صدقہ جاری کا یہ موقع اگر کہو تو ہم
احمدی کھیں کہ ... ہو جائیگا

وہ گروہ دشمن مہدی جو ہے لاہور میں
اب حسد سے ایک چشم خوں فشاں ہو جائیگا

کینہ و بغض و عناد و فخر جاتے ہیں ہر زماں
رفتہ رفتہ وہ بھی سب ... ہو جائیگا

در پے آزار گر محمود کے ہوگا کوئی
دشمن جانی سکا خلاق جہاں ہو جائیگا

سامنے تیرے جو کیا آئی ...
جانتے ہیں خود کہ ہم کون کہاں ہو جائیگا

راہ سے اسلام کے ہرگز نہ ...
یہ گراں ... رواں ہو جائیگا

گر دعا کا خیر کردے دل سے تو ...
داخل اخیار اکبر شاہ ... ہو جائیگا

صاحب ... ۲۳
اکمن امر تسر کا پیر خاں ہو جائیگا

مسجد لندن کی سنتے ہی خبر کو دوستو!
دشمن اسلام جل بجھ کر دھواں ہو جائیگا

ڈھونگ بگڑ جو بس چلے گا دو سال ہی
وہ خود لکھتے سے خود ذلیل ہو جائیگا

اب خود کفیل ہو گئے دنیا پر ...
سکن ... جہاں پیچھا ہو جائیگا

گر خدا توفیق دے ہجرت کی اے یوسف تجھے
بہتر از کنعاں مجھے دارالاماں ہو جائیگا

ہمیچمدان
سید محمد یوسف عرائض نویس شہر حصار

معذرت:۔ مجھکو بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پرچہ وقت پر شائع نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ یہ کہ پریس بیمار ہو گیا چونکہ قادیان شہر نہیں ہے اسلئے دوسرا پریسمین نہ مل سکا۔

۴ مجبوراً دیر میں شائع کیا جاتا ہے۔ ہماری تمام کوششیں اسکے وقت پر شائع ہونے اور اسکے کاغذوں کو قیمتی بنانے کے لیے لگی ہوئی ہیں۔ بیماری کو کیا کیا جاوے۔ مجبوری ہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کا چندہ

مدرسہ تعلیم الاسلام کا چندہ مع اسکی شاخوں کے ۶۰۰ تک ہوا ہے ۶۰۰ روپیہ اگرچہ ایک معقول رقم ہے۔ مگر میں یہ کہونگا کہ مدرسہ کی شاندار کانفرنس کا تقاضا تھا کہ صرف مدرسہ کی طرف سے کم از کم ایکہزار روپیہ لنڈن کی مسجد کے لیے وصول ہوتا۔

کیونکہ تعلیم الاسلام کی غرض و غایت کا پتہ اسکے نام کے مفہوم سے لگ جاتا ہے۔ پس اگر اشاعت اسلام کے لیے ہم طلباء کے اندر ایک روح پیدا نہیں کرتے تو بیشک ہم اس کام میں کامیاب نہیں مدرسہ احمدیہ اور ٹریننگ کلاس کے چندوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ یہ رقم کوئی بڑی رقم نہیں۔ مجھے امید ہی کہ ہمارے قابل ماسٹر طلباء کے اندر ایک خاص قسم کی روح پیدا کرنے کی کوشش کرینگے۔

مدرسہ احمدیہ کے چندہ کا گوشوارہ

آج مخدوم مکرم جناب شیخ صاحب نے مجھے فرمایا کہ "آپ نے چندہ کا گوشوارہ نہیں شائع کیا" انکی یاددہانی کی بنا پر تحریر کرتا ہوں۔ کہ مدرسہ احمدیہ کا ایثار اور قربانی بے نظیر ہے۔ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے اسوقت تک کل ۵۳۴ روپے جمع ہو چکے ہیں +

پانچ ماہ کی تنخواہ

میں نے اپنے پچھلے پرچے میں لکھا تھا کہ "شیخ صاحب مصری نے گویا اپنی پانچ ماہ کی تنخواہ کٹوادی" فاضل مصری نے جب اس مضمون کو پڑھا تو فرمایا۔ کہ "آپ کے حساب تو چالیس روپے کم بنتے تھے مگر میں نے چالیس روپے اور بھی دیدیئے ہوئے ہیں۔" یہ ایثار لوگوں کے لیے ایک "دھن" ہے۔ وہ دیکھیں کہ یہ روح ایک نومسلم کے اندر مسیح موعود نے اسلام کے لیے قربان ہونے کی پیدا کی ہے اس کی نظیر مسلمانوں میں بھی بہت کم نظر آئے گی۔ پس سوچو کہ وہ کیا جادو ہے کہ جو انسان کو اسطرح سے مسخر کر رہا ہے۔ یہ ایک ہی مثال نہیں۔ شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی ایک اور نومسلم بزرگ ہیں۔ آپ ایک تعلیم یافتہ اور نہایت ہوشیار ذہن فہیم آدمی ہیں۔ قادیان میں جس رنگ میں اپنا کام کرتے ہیں۔ وہ خود ایک بہترین مثال ہے وہ ایک دوکان کرتے ہیں جس میں فروختنی اشیاء وہ خود اپنے ہاتھ سے بنا کر بیچتے ہیں۔

شیخ صاحب حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے سچے عاشق ہیں وہ اکثر حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کے ماتحت سفر میں رہتے ہیں بہت کم ان کو دکان کھولنے کا موقع ملتا ہے مگر باوجود اس غربت کے انھوں نے سنتے ہی پہلی تحریک پر ایک سو روپیہ پیش کیا اور جب دوسری تقریر ہوئی تو پچاس روپے اور پیش کیے۔ یہ ہے ایک غریب مسلم کا ایثار یہ ہے زندگی کی روح۔ جو کسی دوسری جگہ نظر آئیگی۔ پس اگر یہ روح یہ عشق یہ نور پیدا کرنا چاہتے ہو تو قادیان سے اپنے آپ کو وابستہ کر لو +

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے

لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔

یہ کلام ہے اس طاقتور ہستی کا جس نے خود اس دنیا کو پیدا کیا۔ اور یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اس کی قدرت حقہ کا۔

وہ جاہ و جلال کا خدا جو کہ آن واحد میں بڑی سے بڑی سلطنتیں خاک میں ملا سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑے تاجور کو زار روس بنا سکتا ہے۔

وہ جس نے انسانی چھوٹے سے دماغ میں ایسے عجیب و غریب خاصے رکھ دیے ہیں۔ جن کی وجہ سے کبھی یہ بغیر پروں کے پرندوں کی طرح اڑتا۔ اور کبھی مچھلیوں کی طرح سمندر میں دوڑتا چلا جاتا ہے۔ کبھی سورج کی پیمائش کرتا اور کبھی زمین کی گو گنتا ہے یہ سب کچھ اسی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ ان طاقتوں ان قدرتوں والے قدوس اور توانا خدا کا کلام ہے۔

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤنگا

اور یہ اس مقدس ہستی کے منہ سے نکلا جنھنے آج صدیوں کی مردہ قوم کے اندر زندگی کی روح پیدا کی۔ جس کی مسیحائی اور نبیوں کی جنبش نے نہ صرف مردہ دلوں میں اور نہ صرف مردہ روحوں میں بلکہ مردہ جسموں میں زندگی کی لہر پیدا کردی۔ اور آج دنیا میں بہترین افراد ثابت ہو رہے ہیں۔

حضرت احمد نبی اللہ

وہ عظیم الشان مصلح ہے کہ اسکی خدمات دیکھکر خود خدا قدوس نے ان کلمات طیبات میں اسکو یاد کیا۔

یا قمر یا شمس انت منی و انا منک

اے میرے چاند اے میرے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے

جری اللہ فی حلل الانبیاء

یہ رسول خدا ہے تمام نبیوں کے پیرائے میں۔

بشری لک یا احمدی انت مرادی و معی

تجھے بشارت ہو اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید

انت منی بمنزلۃ عرشی

تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔

انت منی بمنزلۃ ولدی

تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔

انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق

تو مجھ سے بمنزلہ اس تنہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی

آخری الہام سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا جو مقام ہے۔ مخلوقات اس سے بالکل ناواقف ہے۔

پس اس الہام اور اس بڑے الشان کے جو حوصلہ سے

نکلا ہوا کلام ہے کہ " میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا " خدا کے وعدے سچے ہیں اور برحق ہیں وہ اپنے چاند کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیگا۔

اسی کی خاطر سے زمین کو تہ و بالا کر رہا ہے
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
غیر کیا جانیں کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی
خود بتائیگا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا خدا اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

یہی راز ہے۔ جس کو دنیا نے نہ جانا اور اس کا انکار کر دیا۔ اسی انکار کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا عالم کباب بنا رہی ہے۔

آسمان انگارے کی طرح ہے۔ اور مخلوق موت کا نوالہ ہو رہی ہے۔ کبھی اس کے جیتے سلطنتیں کے زیر و زبر کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ اور کبھی جنگوں اور قحطوں کی شکل میں ہیں۔ خدا کے وعدے اس کی سچائی کے پھیلانے کے لیے پورے ہو رہے ہیں مگر جبتک تم خود اس کے فضلوں کے جاذب نہ ہو تم فضلوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ دلوں کے اندر ایک حرکت پیدا کر رہا ہے۔ بس تم اس وقت سے فائدہ اٹھاؤ۔

خدا کا کلام برحق ہے۔ وہ پورا ہو رہا ہے۔ اور ہو کر رہے گا۔ مگر دیکھو کہ ہم کس قدر اس کے پورا کرنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ بیشک ہمارے اندر زندگی کی روح ہے۔ قوم ایک جسم ہے اور اس کی روح رواں **خلیفہ** کا وجود ہے یہ روح ہمارے اندر کام کر رہی ہے۔ مگر انفرادی رنگ میں ہم نے وہ روح اپنے اندر پیدا نہیں کی جو خلیفہ میں کام کر رہی ہے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ " تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا " جن کے ذریعے سے خدا اس تبلیغ کو پہنچائے گا۔ وہ ملائکہ ہوں گے خواہ انسانی لباس اور شکلوں میں

کیوں نہ ہوں۔ مبارک ہے وہ جو اٹھ کھڑا ہو۔ کہ میں الہام کو پورا کرنے کے لیے زمین کے کناروں کی طرف سفر کرتا ہوں "

ہماری کوششیں جسقدر رہی ہیں چند الفاظ میں اس کا آپ کو علم دینا چاہتا ہوں۔

ابھی کل ہی کی بات ہے کہ آپ لوگ جلسہ میں شامل تھے آپ اپنے ارد گرد یا تیاطے من کل فج عمیق کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ مگر غور سے بتائیں کہ ان میں سے کس قدر ایسے تھے جو ہماری محنتوں اور کوششوں سے آئے ہوئے تھے وہ بہت ہی کم بلکہ صفت انسان ہوں گے جنکو اپنی ذاتی خدمت کا موقع ملا ہو گا۔ پھر آپ جس شہر میں رہتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ آپ کو اس محلہ میں رہتے ہوئے کتنے سال گزر گئے مگر کتنوں تک آپ نے تبلیغ کو پہنچایا۔

اسلامی اصطلاح میں پہنچانا اس کا نام نہیں کہ آپ نے حضرت **احمد** کا صرف نام سنا دیا ہو۔ بلکہ ایسی تبلیغ جسمیں اوامر بھی ہیں نواہی بھی۔ اس کو بار بار پہنچایا جائے اور اس کا پیچھا نہ چھوڑا نہ جائے استقلال کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ استقلال کو ترک کرنا مومن کی شان سے نہیں ہے۔ پس جم کر اس کا مقابلہ کرتا رہے۔ امر بالمعروف کرے نہیں عن المنکر کرے۔ نبیوں کے اسوۂ حسنہ کو لے۔ مخالفت کے سخت سے سخت طوفان سے ڈر کر پیچھے نہ ہو جائے۔ بلکہ زور سے اور جوش سے کام کرنے۔

جب ہم اپنے محلوں یا شہروں میں اپنی تعداد کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم کو فوراً ہی اپنی محنتوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

پھر پنجاب میں تو ہماری تعداد کچھ نظر آتی بھی ہے آؤ۔ ہندوستان میں آپ کو لیچلوں۔

ہندوستان کے بازاروں میں چلو۔ دیکھو۔ گھنٹوں سفر کرنے بعد بھی آپ کو احمدی شکلیں بہت کم نظر آئینگی بڑے بڑے شہروں میں چند افراد ہیں۔ جو کہ پڑے ہوئے ہیں۔ اگرچہ مخلوق خدا راستوں میں بھری ہوئی ہے

مگر اس شہر کے کناروں پر نہیں بلکہ کسی کونے میں چند افراد ہماری جماعت کے موجود ہیں۔

ہندوستان میں شہروں کے شہر احمدیت سے خالی نظر آ رہے ہیں۔ اور ان کے اندر ہماری تعداد نہ ہونے کے برابر پائی جاتی ہے۔

ذرا اس سے آگے چلے چلو۔ علاقہ مدراس علاقہ بمبئی وغیرہ صوبجات میں ضلعوں کے ضلع ہماری تعداد سے خالی نظر آئینگے۔

اور آگے چلو عرب میں۔ یورپ میں۔ ایشیا کے دیگر ممالک میں اگر احمدی ہر جگہ پائے جاتے ہیں مگر وہ ایک ایسے بیج کی حالت میں ہیں جو کہ بڑے بڑے انباروں کے نیچے دبا پڑا ہو۔ اگر وہ کچھ عرصہ کسی طرح وہ رہے تو ان میں نشو و نما کی قوت زائل ہو جائے گی۔

بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ وہاں احمدی ایسے ہی دبے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان میں سے نشو و نما کی قوت یہاں تک زائل ہوئی کہ ان کی اولاد اس نعمت سے محروم ہو گئی اور انہوں نے بھی اس سے کچھ حصہ نہ لیا۔ پس دیکھو جو بہت سے بیج تھے وہ دوسروں کے نیچے دب کر انہوں نے اپنی قوت کو زائل کر لیا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں کہ قومی تعلقات کی زنجیروں میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ صداقت کو قبول کر کے بھی اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھے۔

بہت سے جو صداقت کے ماننے کے لیے تیار ہیں مگر کثرت کی انتظار کر رہے ہیں۔ بہت ہیں جو صداقت کو مان چکے ہیں۔ لیکن حشرات الارض کے ڈر سے اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں۔

پس ان کی رہنمائی کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر ہم اپنے فرض میں سستی کرتے ہیں تو ہم اپنے مقصد میں ناکام ثابت ہوں گے۔ پس ان بیجوں کو عمدہ زمین میں لگانا تمہارا کام ہے۔ ریل میں سوار ہو کر دیکھو۔ کس قدر خدا کی مخلوقات سفر کر رہی ہے۔ مگر سب کے سب دنیا کے اغراض کے لیے سفر کرتے ہیں۔ کون ہے؟